بچوں کے لیے سیرت النبی ﷺ
2
سنہری سیرت
محمد اسمٰعیل بدایونی
اسلامک ریسرچ سوسائٹی کراچی

جنگ کا اختتام

کفارِ مکہ کے نامور سردار مارے جا چکے تھے باقی لوگ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے مسلمان انہیں قید کر رہے تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے چودہ "۱۴" مجاہد شہید ہوئے اور کفار کے ستر "۷۰" لوگ قتل ہوئے اور اتنے ہی قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

بدر کے میدان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ کفارِ مکہ کی لاشوں کو یوں بے گور و کفن نہ پڑا رہنے دو بلکہ انہیں کنوئیں میں ڈال دو۔

یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کا صدقہ تھا ورنہ اگر کوئی دنیادار قسم کا جرنیل ہوتا تو ان کی لاشیں چیل کوؤں اور کتوں کی غذا بن جاتیں۔

صحابہ کرام نے ان لاشوں کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور پھر مقتولین اور سردارانِ قریش میں سے ایک ایک کا نام لیکر پکارنا شروع کر دیا:۔

فرمایا اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں

کیا تمہارے لئے یہ اچھی بات نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟

کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے برحق پایا۔

کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے برحق پایا؟

اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا یہ سنتے ہیں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم سے زیادہ یہ لوگ سن رہے ہیں بس یہ جواب نہیں دے سکتے۔

مکہ میں کہرام

کفارِ مکہ کے ستر افراد کی موت اور شکست کی خبر مکہ میں بالکل غیر یقینی حالت میں سنی گئی۔

میدانِ جنگ سے واپس مکہ جو شخص سب سے پہلے پہنچا اس کا نام حسیمان بن عبد اللہ تھا (یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)

لوگوں نے جب اس کو دیکھا تو بڑی بے تابی سے پوچھا بتاؤ میدانِ بدر کی کیا خبر ہے؟

اس نے کہا عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور اُمیہ بن خلف سب سردار قتل کر دیئے گئے۔

حسیمان کی بات پر کسی کو یقین ہی نہیں آیا۔

صفوان بن امیہ کہنے لگا یہ آدمی ہوش میں نہیں ہے پاگل ہو گیا ہے اس سے میرے بارے میں پوچھو کہ صفوان کہاں ہے تو یہ ایسا ہی بے سر و پا جواب دے گا۔

لوگوں نے اس سے پوچھا اچھا صفوان کے بارے میں بتاؤ اس کا کیا ہوا؟

حسیمان بن عبد اللہ نے کہا کہ وہ حطیم میں بیٹھا ہوا ہے مگر اللہ کی قسم میں نے اس کے باپ اور بھائی کو خود قتل ہوتے دیکھا ہے۔

یہ خبر سنی تھی کہ مکہ کی ہر گلی کوچہ میں کہرام مچ گیا۔ اب جیسے جیسے مقتولینِ کفارِ مکہ کی خبریں آتی جا رہی تھیں ہر گھر میں صف ماتم بچھ رہی تھی ہر جگہ سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں رونے اور چیخنے کی آوازوں نے مکہ کی فضا کو سوگوار بنا دیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈا دیئے۔ مقتول کی سواری کو لے کر آتیں اس کے ارد گرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتیں پھر سینہ پیٹتیں، ماتم کرتیں پھر اس جانور کو جو گھوڑا یا اونٹ ہوتا لے کر مکہ کی گلیوں میں گھومتیں اور نوحہ کرتیں بالوں کو نوچتیں اور منہ پر طمانچے مارتیں یہ شرمناک سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔

ایک ماہ کے بعد انہیں ہوش آیا کہ ہماری ان حرکتوں سے تو مسلمان خوش ہو رہے ہوں گے اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب کوئی بھی اپنے مقتولوں کیلئے نہیں روئے گا اور نہ ہی کوئی اب غم منایا جائے گا۔

مدینے میں فتح کی خوشخبری

لشکرِ اسلام فتح کا پرچم لہراتا ہوا مدینے کی جانب روانہ ہو چکا تھا جب لشکرِ اسلام اُثیل کے مقام پر پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ کو مدینے فتح کی خوشخبری سنانے کیلئے روانہ کیا۔

اس دوران یہودیوں اور منافقین نے جھوٹے پروپیگنڈے کے سہارے مدینے میں ہلچل مچائی ہوئی تھی بلکہ یہ خبر بھی اڑادی گئی تھی کہ نعوذ باللہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا ہے۔

جب زید بن حارثہ مدینے میں داخل ہوئے تو دوپہر کا وقت ہو رہا تھا اونٹ پر سوار ہی انہوں نے با آواز بلند اعلان کیا:

اے گروہِ انصار! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلامتی کی آپ کو خوشخبری ہو بہت سے مشرک قتل کر دیئے گئے اور بہت سے جنگی قیدی بنالئے گئے۔

لوگوں کیلئے اس اعلان کو صحیح تسلیم کرنا بڑا مشکل تھا۔

ایک منافق بھی یہ اعلان سن رہا تھا اُس سے ضبط نہ ہو سکا اُس نے ابولبابہ سے کہا کہ تمہارا لشکر ایسا تتر بتر ہوا کہ ان کے دوبارہ جمع ہونے کا کوئی امکان نہیں اور یہ زید حضور کی ناقہ پر سوار ہے آپ کے نبی اور جلیل القدر صحابہ سب غزوہ بدر میں شہید ہو چکے ہیں۔

اور یہ زید تو خود بھگوڑا ہے جو بدر کے میدان سے بھاگ کر آیا ہے یہ تو کفارِ مکہ سے مرعوب ہو کر بھاگا ہے۔یہود کی بھی یہی رائے تھی۔

لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان دونوں قاصدوں کو گھیر لیا گیا اور اُن سے ساری تفصیلات سننے لگے۔

حضرت اُسامہ نے اپنے والد زید بن حارثہ سے پوچھا۔ ابا جان! آپ جو کہہ رہے ہیں کیا یہ سچ ہے؟

آپ نے کہا خدا کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔

یہ سن کر حضرت اسامہ نے اُس منافق سے کہا تم جھوٹ بک رہے ہو حضور پُر نور کل تشریف لائیں گے میں تمہیں کل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا اور جو کچھ تم نے بکواس کی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتاؤں گا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ منافق یہ سن کر گھبرا گیا۔ کہنے لگا میں تو سنی سنائی بات کہہ رہا تھا۔

یہ خبر نہ مشرکین مکہ کو ہضم ہوئی اور نہ مدینے کے یہودیوں اور منافقین کو وہ تو بس منفی پروپیگنڈے میں مصروف تھے۔

عاصم بن عدی نے یہ اعلان سن کر عبداللہ بن رواحہ کو لوگوں سے الگ لے جا کر کہا اے رواحہ کے فرزند کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

انہوں نے کہا، اِیْ وَ اللہ بخدا میں سچ کہہ رہا ہوں۔

کل صبح جب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائیں گے تو تم خود دیکھ لوگے مکہ کے جنگی اسیر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ان کے ساتھ ہوں گے۔

آپ نے پھر انصار کے گھر گھر جا کر یہ خوشخبری سنائی بچے خوشی سے دیوانہ وار گلیوں میں دوڑ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے۔

فاسق و فاجر ابو جہل کافر قتل کر دیا گیا۔

اسیرانِ جنگ کا مسئلہ

غزوہ بدر میں ستّر افراد قید ہو کر مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشاورت کیلئے اکابر صحابہ کا ایک اہم اجلاس طلب کیا تاکہ جنگی قیدیوں سے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کیا جاسکے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے یوں پیش کی:۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان قیدیوں کے بدلہ فدیہ لے لیا جائے تاکہ وہ فدیہ کی رقم مسلمانوں کیلئے تقویت کا باعث ہوگی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ایمان لے آئیں گے اور اپنی بہترین صلاحیتوں سے اُمتِ مسلمہ کو فائدہ پہنچائیں گے۔

اس کے بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے یوں پیش کی:۔

بخدا میں اس تجویز کو ہرگز پسند نہیں کرتا میری رائے ابو بکر صدیق کی رائے سے بالکل مختلف ہے میری رائے یہ ہے کہ ہر قیدی کو اس کے مسلمان رشتہ دار کے حوالے کیا جائے اور ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم ان قیدیوں کی گردنیں اُڑادیں کیونکہ یہی لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں۔ آج اگر ان کو تہ تیغ کردیا جائے گا تو آئندہ یہ اسلام کی ترقی میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنی تجویز یوں پیش کی۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ایک وادی میں آگ لگائی جائے اور اُن قیدیوں کو اُن بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیا جائے۔

لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کو فوقیت دی۔ باقی تمام آراء کو مسترد کردیا۔

قیدیوں سے حسن سلوک

غزوہ بدر کے دن جب مسلمان کافروں کو قید کر رہے تھے تو ایک انصاری صحابی نے ابو عزیز کو بھی قید کیا حضرت مصعب بن عمیر جب اپنے بھائی کے پاس سے گزرے تو انصاری صحابی حضرت کعب سے کہا اِس کے دونوں بازوں کو خوب کس کر باندھو اس کی ماں بڑی دولت مند ہے اس کے بدلے بہت زیادہ فدیہ دے گی۔

ابو عزیز نے جب یہ سنا تو اپنے بھائی کو کہا میرے بھائی تم میرے لئے اسے یوں وصیت کر رہے ہو۔

تو حضرت مصعب بن عمیر نے کہا میرا اب یہ بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے تم میرے بھائی نہیں ہو۔

سارے جنگی قیدیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان اُن کی حیثیت کے مطابق تقسیم کر دیا اور ہر قیدی کیلئے تاکید فرمائی کہ اُن کی آسائش و آرام کا خیال رکھا جائے۔

حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی کو بھی ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا ابو عزیز آگے کی داستان خود سناتے ہیں:۔

میں مدینے پہنچا تو مجھے ایک انصاری کے حوالے کر دیا گیا جب اس انصاری کے اہلِ خانہ کھانا کھاتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے پیش نظر مجھے تو وہ روٹی کھلاتے لیکن خود کھجوروں کے چند دانوں پر گزارا کرتے جب ان میں سے کسی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آجاتا تو وہ پھونک مار کر اُسے صاف کرتے اور مجھے پیش کر دیتے مجھے یہ ٹکڑا لیتے ہوئے بڑی شرم آتی میں وہ ٹکڑا انہیں دینے پر اصرار کرتا لیکن وہ اس ٹکڑے کو ہرگز نہیں لیتے اور اس بات پر بضد رہتے کہ یہ روٹی کا ٹکڑا میں کھاؤں۔

کچھ عرصے کے بعد ان کی والدہ نے فدیہ دے کر آزاد کرا لیا۔ پھر بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ارادۂ قتل سے ایمان تک کا سفر

عمیر بن وہب قریش مکہ کا نہایت ہی شاطر آدمی تھا لوگ اس کی چالاکی اور مکاری اور عیاری کے سبب اسے قریش کا شیطان کہا کرتے تھے۔

عمیر بن وہب کی اُمیہ کے بیٹے صفوان سے بڑی گہری دوستی تھی عمیر کے بیٹے کو غزوہ بدر میں مسلمانوں نے قید کر لیا تھا اور صفوان کے باپ اُمیہ کو مسلمانوں نے غزوہ بدر میں ہلاک کر دیا تھا۔یاد رہے یہ وہی اُمیہ تھا جو حضرت بلال پر ظلم وستم کیا کرتا تھا۔

دونوں کے دل اسلام دشمنی میں جل رہے تھے اُمیہ کا بیٹا صفوان حطیم میں غصے سے بھرا ہوا بیٹھا تھا عمیر بن وہب بھی اپنے بیٹے کی جدائی کا داغ سینے میں رکھے ہوئے تھا اور بدر کی شکست ہی دونوں کی گفتگو کا موضوع تھا۔

صفوان نے کہا خدا کی قسم! ان سرداروں کے دنیا چھوڑ جانے کے بعد اب جینے کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

عمیر نے کہا سچ کہتے ہو اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور یہ کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کی کفالت کون کرے گا تو میں ابھی مدینے جاتا اور شمع محمدی کو بجھا دیتا۔

صفوان نے بے تاب ہوتے ہوئے پوچھا عمیر !کیا تم واقعی ایسا کر سکتے ہو؟

عمیر نے جواب دیا ہاں بالکل کیوں نہیں؟ بس میرا قرض ادا ہو جائے اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ حل ہو جائے۔

صفوان تو غزوہ بدر میں کفار کی شکست کے باعث انتقام کی آگ میں جل رہا تھا فوراً ہی کہنے لگا عمیر! تم اس کی فکر نہیں کرو یہ تو بہت معمولی بات ہے تمہارے قرض اور تمہارے بچوں کی کفالت کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ بس تم یہ کارنامہ انجام دے دو تم پوری قوم کے ہیرو ہو جاؤ گے۔

اور ہاں دیکھو یہ کام نہایت راز داری سے ہونا چاہیے کسی کو کان وکان بھی اس منصوبے کی خبر نہ ہونے پائے روئے زمین پر اس منصوبے کا میرے اور تمہارے سوا کسی کو علم نہیں ہونا چاہیے صفوان نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

عمیر بولا یہ راز، راز ہی رہے گا تم اس کی فکر نہ کرو اس بات کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگے گی۔ کیونکہ میرے پاس مدینے جانے کا ایک معقول بہانہ بھی موجود ہے کہ میرا بیٹا مسلمانوں کی قید میں ہے اس سے ملاقات کا بہانہ۔۔۔۔۔۔ عمیر نے شیطانی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

صفوان وہاں سے گھر آیا اور عمیر کیلئے سامانِ سفر تیار کرنے لگا اس نے اپنی تلوار کی دھار کو بہت تیز کیا اور اسے کئی کئی بار تیز زہر کے اندر بجھا رہا تھا اور زیر لب بڑبڑا رہا تھا اس تلوار سے میرے باپ کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا تب میرے انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو گی۔

دوسرے دن صفوان نے اپنی تلوار عمیر بن وہب کے حوالے کی اور سفر کا سامان عمیر بن وہب کے حوالے کیا اور اُسے الوادع کہہ کر واپس قریش کی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا تھوڑا سا انتظار کر لو عنقریب میں تم کو ایسی خبر سناؤں گا کہ تم لوگ بدر کی شکست کو بھول جاؤ گے۔

کئی روز کے سفر کے بعد عمیر مدینے پہنچا مسجدِ نبوی کے سامنے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور نیچے اتر آیا تلوار کو گلے میں لٹکایا اور مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ مسجد کے کونے میں حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام بیٹھے بدر سے متعلق ہی گفتگو کر رہے تھے کہ کیسی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے نوازا اور کفار کو ذلیل وخوار اور نامراد کیا کہ اچانک ان کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جو بڑی تیزی کے ساتھ مسجدِ نبوی میں داخل ہو رہا تھا۔

کہنے لگے ہو نہ ہو قریش کا یہ شیطان یہاں کسی اچھی نیت سے نہیں آیا ہے۔

یہ بدر کے روز لوگوں کو جنگ کیلئے بھڑکانے والوں میں پیش پیش تھا اسی نے اندازہ لگا کر کافروں کو مسلمانوں کی تعداد بتائی تھی اور مکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کو اذیتیں دینا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی جس پر تلوار لٹک رہی تھی اور اسے لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ دشمن خدا تلوار لٹکائے آ رہا ہے۔ یہ بڑا دھوکے باز اور غدار ہے اس کا خیال کیجئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عمر! اسے چھوڑ دو آگے آنے دو۔

فاروقِ اعظم نے صحابہ سے کہا کہ تم اللہ کے رسول کے پاس ہی رہنا اور اس خبیث اور شاطر پر نگاہ رکھنا یہ نہایت ہی خطرناک آدمی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عمیر میرے قریب آؤ۔

عمیر نے قریب آکر کہا: اَنعِمُوا صَبَاحا

آپ لوگوں کی صبح بخیر ہو (Good Morning)

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس دعائیہ کلمہ سے بہتر کلمہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا بھی دعائیہ کلمہ یہ ہے السلام علیکم۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمیر! بتاؤ کیسے آنا ہوا؟

عمیر کہنے لگا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کرا کر لے جاؤں۔ میرا آپ سے خاندانی تعلق بھی ہے اُمید ہے کہ فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ احسان فرمائیں گے۔

عمیر نے اپنے خیال میں یہ بات کہہ کر حضور کو مطمئن کرلیا اور خود بھی مطمئن ہوگیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمیر! یہ تلوار تمہارے گلے میں کیسے لٹک رہی ہے؟ اس کی تمہیں کیا ضرورت؟

یہ بات سن کر عمیر گھبرا گیا لیکن سنبھلتے ہوئے کہنے لگا۔

ان تلواروں کا ستیا ناس ہوجائے ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے۔ میں اونٹ سے نیچے اترا اور سیدھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں آیا اور یہ لوہے کی تلواریں نہیں ہیں یہ تو لکڑی کی ہیں جنہوں نے ہمیں میدانِ جنگ میں دھوکا دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، اے عمیر! مجھے سچی بات بتاؤ کہ تم کیوں آئے ہو؟

اُس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کیلئے آیا ہوں تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اُسے آزاد کرا کر لے جاؤں۔

پھر نبی غیب داں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر اُس کا راز فاش کردیا کہ کیا یہ سچ نہیں کہ تم اور صفوان بن اُمیہ حطیم میں بیٹھے بدر کے مقتولین کا ذکر کررہے تھے اور تم نے صفوان کے ساتھ شرطیں طے کی تھیں۔

عمیر نے پھر ایک مرتبہ اپنے آپ کو سنبھالا اور انجان بنتے ہوئے کہنے لگا صفوان کے ساتھ کون سی شرطیں؟

پھر آپ نے واضح طور پر فرمایا:۔

یعنی تم نے مجھے قتل کرنے کی ذمہ داری اس شرط پر قبول کی کہ یہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہو گا اور تمہارا قرض بھی ادا کرے گا۔

اے عمیر سن! میرے اور تیرے درمیان اللہ سبحانہ وتعالیٰ حائل ہے تیری مجال نہیں کہ تو میرا بال بھی بیکا کر سکے۔

عمیر نے جب یہ سنا تو بے اختیار پکار اُٹھا "اشھد انک رسول اللہ"۔

اے اللہ کے رسول آپ ہمارے پاس آسمانوں کی جو خبریں لایا کرتے تھے ہم انہیں جھٹلایا کرتے تھے لیکن یہ معاملہ تو ایسی خفیہ رازداری کا تھا کہ میرے اور صفوان کے علاوہ کسی کے علم میں بھی یہ بات نہیں ہے۔

اگر یہاں سے سینکڑوں میل دور کی خبر آپ کو ہے اور آپ یہاں بیٹھ کر مکہ میں ہونے والی گفتگو کا مشاہدہ فرما سکتے ہیں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ مجھے آپ کے پاس لایا اور دولتِ ایمان عطا کی۔

ایسے خطرناک دشمنِ اسلام کے مشرف باسلام ہونے پر مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے دینی بھائی کو دینی تعلیم دو اور اُسے قرآن کی تعلیم دو اور اس کے بیٹے کو بغیر فدیہ کے رہا کر دو۔

چنانچہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کیا۔

عمیر اس حسن سلوک کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اب وہ اپنی گذشتہ حرکات پر سخت نادم اور شرمندہ تھا۔

عمیر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کے صحابہ کو بڑی تکلیفیں پہنچائی ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتا میں اس کو بہت ستاتا تھا۔

اب میری خواہش ہے کہ میں مکہ واپس جاؤں اور وہاں جاکر اسلام کی تبلیغ کروں شاید کچھ لوگ میری اس کوشش سے راہِ ہدایت کی جانب آجائیں ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔

ان کی یہ درخواست قبول ہوئی۔

ادھر صفوان مکہ میں بے چینی سے اپنی مطلوبہ خبر کا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا وہ مدینے سے آنے والے ہر شخص سے پوچھتا کیا یثرب میں کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ایکدن اسے کسی سوار نے بتایا اے صفوان! تمہارے لئے یہ خبر ہے کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے۔

یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کر دیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم ختم کر دے گا اور کبھی بھی اس کی کسی قسم کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

عمیر بن وہب جب مکہ واپس آئے تو یہاں اسلام کی تبلیغ کا کام بڑے جوش و خروش سے شروع کر دیا مشرکین مکہ کی بڑی تعداد آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئی۔

ابو عفک یہودی کا انجام

ہجرتِ مدینہ کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی قبائل سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ نہ وہ خود حضور سے جنگ کریں گے اور نہ کسی حملہ کرنے والے دشمن کی مدد کریں گے لیکن بدر کے میدان میں کفارِ مکہ کو عبرت ناک شکست دینے کے بعد یہودی قبائل کی آنکھوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کیلئے چنگاریاں سلگنے لگی تھیں۔ یہ مسلمانوں کو اذیتیں پہنچایا کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل دُکھے۔

اور اب تو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض و عناد کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں بھی کرنے لگے تھے۔

ان میں ایک خبیث یہودی پیش پیش رہتا اس کا نام ابو عفک تھا اور اس کی عمر ایک سو بیس "۱۲۰" سال تھی اس بدبخت کو سوائے اس کے کوئی کام ہی نہیں تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا رہتا۔

صحابہ کرام اس کی بکواس سنتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔

جب اس کی بدتمیزی نے انتہا کو چھونا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس خبیث کو کون کیفرِ کردار تک پہنچائیگا۔

حضرت سالم بن عمیر بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس خبیث کو دوزخ کی سیر کراؤں گا یا پھر اپنی جان دے دوں گا۔

حضرت سالم اس دن سے موقع کے انتظار میں تھے کہ موقع ملے اور وہ اس خبیث یہودی کو موت کے گھاٹ اُتار سکیں اور پھر جلد ہی یہ موقع حضرت سالم کو میسر آگیا۔

گرمیوں کے دن تھے یہ ایک رات گھر کے صحن میں سویا ہوا تھا حضرت سالم کو معلوم ہوا تو یہ وہاں پہنچے اور اس کے سینے پر تلوار رکھ کر اپنا وزن ڈالا وہ تلوار اس کا کلیجہ چیرتی ہوئی آر پار ہوگئی۔

اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور مر گیا۔

اس کے عزیز و اقارب جمع ہوگئے اُسے مکان کے اندر لے گئے اور اس کو دفنا دیا۔

حضرت سالم اس کو جہنم رسید کرکے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اس خبیث کی موت کی خوشخبری سنائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سالم بن عمیر کو دعاؤں سے نوازا۔

عصما بنت مروان کا انجام

یہودی عداوتِ رسول میں اندھے ہو چکے تھے اندر کا بغض و حسد زبان کے ذریعے باہر آ رہا تھا۔

اسی قماش کی ایک یہودی عورت بھی تھی اس کا نام عصما بنت مروان تھا۔

یہ ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بد کلامی کرتی رہتی تھی اور لوگوں کو اسلام کے خلاف بھڑکاتی تھی اور مسلمانوں کو ستانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔ جب اُس کی شرارتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو حضرت عمیر بن عوف نے اُسے آدھی رات کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

جب یہ واپس ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ عصما بنت مروان کے بیٹے اور دوسرے لوگ اس کو دفن کر رہے تھے یہ جب اُن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا عمیر کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟

آپ نے کہا ہاں! میں نے ہی اس کو قتل کیا ہے تم میرا جو بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔

اگر تم سب اس قسم کی بکواس کرتے جیسے وہ کیا کرتی تھی تو میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑتا یا خود اپنی جان دے دیتا۔

عصما بنت مروان کا تعلق بنو خطمہ قبیلے سے تھا اور اس قبیلے کے کئی افراد اسلام قبول کر چکے تھے مگر خوف کے سبب اپنے اسلام کا اعلان نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمیر کی جرأت و بہادری کو دیکھ کر اُن کے بھی حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

(گستاخانِ رسول کا انجام ہماری کتاب "سنہرے قصے" میں ملاحظہ کیجئے)

آستین کے سانپ

مدینہ منورہ میں ایک اور اسلام دشمن گروہ پرورش پا رہا تھا اس گروہ کو منافقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کے سردار کا نام عبد اللہ ابن ابی تھا۔

یہ لوگ سب کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتے لیکن درپردہ مشرکین اور یہودیوں سے ملے ہوئے تھے۔

قبل از اسلام مدینے کے اندر یہود کے علاوہ اوس و خزرج رہا کرتے تھے مدینے کے یہودی انہیں آپس میں لڑاتے اور ان کا مفاد بھی اسی میں تھا کہ یہ دونوں قبائل کبھی بھی آپس میں متحد نہ ہونے پائیں۔

ہجرت سے پہلے ان دونوں قبائل میں ایک بہت خوفناک جنگ ہوئی تھی جسے جنگ بعاث کہتے ہیں اس جنگ میں اوس و خزرج کے سینکڑوں نوجوان مارے گئے۔ ان گنت معذور ہوئے ہر گھر کے اندر صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔

اس تباہی نے دونوں طرف کے بزرگوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی ایک شخص کو اپنا حاکم بنا لیتے ہیں جو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا کرے۔

ان لوگوں نے اپنے قبائل میں ایسے شخص کی تلاش شروع کر دی بالآخر ان کی نگاہ انتخاب عبد اللہ ابن ابی پر پڑی۔

لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ عبد اللہ ابن ابی کی بادشاہت کے باقاعدہ اعلان کیلئے ایک تقریب منعقد ہو گی۔ سنار کو بھی بلایا گیا کہ وہ عبد اللہ ابن ابی کیلئے سونے کا سنہری تاج تیار کرے۔ اسی دوران ان خاندانوں کے چند افراد نے اسلام قبول کر لیا اور واپس آکر بڑی سرگرمی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کو عام کرنا شروع کر دیا اور سارے شہر میں ایک نئی تبدیلی آگئی اوس و خزرج مہاجرین و انصار سب کے سب ایک قوم ہو گئے ان کے مفادات ایک ہو گئے اور ایک نیا قبیلہ تشکیل پا گیا اور اس قبیلے کا نام تھا "اسلام" اس قبیلے نے تمام عصبیتوں کا خاتمہ کر ڈالا۔

اب ہوا یہ کہ عبد اللہ ابن ابی کی بادشاہت اور تاج پوشی کے معاملات ہوا میں بکھر گئے اس اچانک تبدیلی پر عبد اللہ بہت سٹپٹایا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو یہ انگاروں پر لوٹنے لگا اور اوس و خزرج کی جب اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تو اس نے بھی غزوہ بدر کے بعد اسلام قبول کر لیا لیکن اس نے اسلام کو دل سے قبول نہیں کیا یہ اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے قرآن نے انہیں منافقین سے یاد کیا۔

انہوں نے اسلام کے راستے میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں۔

عبد اللہ ابن ابی اُحد کے میدان میں عین موقع پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان سے فرار ہو گیا۔ یہ ہر وقت اسلام کے خلاف تدبیریں سوچتا رہتا تھا کہ کس طرح مسلمانوں کے اندر تفریق ڈالے۔

اس منافق کے مکر و فریب کا یہ عالم تھا کہ اپنے ظاہری اسلام کے بعد ہر جمعہ کو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبہ دینے سے پہلے کھڑا ہو جاتا اور کہتا:۔

اے لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ذریعے تمہیں عزت و احترام بخشا لہٰذا ان کی مدد کرو انہیں قوت پہنچاؤ ان کی بات سنو اور مانو۔ اس کے بعد یہ بیٹھ جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دیتے تھے۔

اس نے ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہا اس وقت کر دی جب اُحد کے بعد پہلا جمعہ آیا اس جنگ میں اپنی بدترین دغابازی کے باوجود جب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے ممبر پر جلوہ افروز ہوئے تو یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کھڑا ہو گیا اور وہی باتیں کہنا شروع کر دیں جو ہر جمعہ کو کہا کرتا تھا۔

لیکن اب مسلمانوں نے اُس کے کرتے کو پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا کہ اے اللہ کے دشمن بیٹھ تُو نے جو حرکتیں اور دغابازی کی ہے اس کے بعد اب تو اس لائق نہیں کہ مسجدِ نبوی میں کچھ کلام کرے۔

اس پر یہ بری طرح چڑ گیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا کہ میں تو ان صاحب کی تائید کیلئے اُٹھا تھا مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کوئی مجرمانہ بات کہہ دی ہے اتفاق سے دروازے پر ایک انصاری سے ملاقات ہو گئی۔

انہوں نے کہا تیری بربادی ہو واپس چل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے لئے دعائے مغفرت کر دیں گے۔

اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔

قینقاع کے یہودی

یہود عرصہ دراز سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی ہے تو اُن کے سینے میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی میدانِ بدر میں جب کفار کو عبرت ناک شکست ہوئی تو یہ اور پاگل ہوگئے کیونکہ ان کے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کفارِ مکہ عبرت ناک شکست سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

انہیں ان کی شکست اور مسلمانوں کی فتح پر اس قدر طیش تھا کہ برملا کہنے لگے کہ ہمارے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن اُن کے بازار میں تشریف لے گئے اور نہایت خوبصورت اور حکمت بھرے انداز میں انہیں نصیحت کی۔ اے گروہِ یہود! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرو کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کردے جیسا عذاب اس نے مغرور قریشوں پر نازل کیا ہے اسلام کو قبول کرلو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا نبی ہوں میرے بارے میں تم اپنی کتاب تورات میں یہ بات لکھی ہوئی پاتے ہو اللہ نے مجھ پر ایمان لانے کیلئے تمہیں باربار حکم دیا ہے۔

بجائے اس کے کہ وہ ندامت کا اظہار کرتے اُلٹا کہنے لگے۔

اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کررہے ہو اس قوم کو شکست دے کر جنہیں لڑنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا تم مغرور نہ ہو جاؤ ہم سے جنگ کی تو تم کو پتا چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔

ان کی اس گستاخانہ دھمکی کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالات کو سنوارنا چاہتے تھے جبکہ یہودی حالات بگاڑنے کے درپے تھے۔

مسلم خاتون کی بے حرمتی

بنو قینقاع کے یہودیوں کی شرارتیں دن بدن بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔ ایک قریبی بستی کی خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کیلئے بنو قینقاع کے بازار میں گئیں اور ایک سنار کی دکان پر زیور خریدنے کیلئے رُک گئیں باتوں میں ان یہودیوں نے چاہا کہ وہ مسلم خاتون اُن کو اپنا چہرہ دکھادے لیکن وہ ناکام رہے۔

ایک یہودی نے یہ شرارت کی کہ وہ خاموشی سے اُٹھا اور اس خاتون کے پیچھے جاکر کھڑا ہوگیا اور اس کے تہ بند کا ایک گوشہ لیا اور کانٹے سے اس کی قمیص کے پیچھے سے ٹانک دیا۔ یہ حرکت اس نے اس ہوشیاری سے کی کہ اس خاتون کو خبر تک نہ ہو سکی جب وہ خاتون کھڑی ہوئی تو اُس کا ستر ننگا ہوگیا یہ دیکھ کر وہ کمینہ یہودی قہقہہ لگانے لگا اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی ایک مسلمان پاس سے گزر رہا تھا اس نے اپنی مسلمان بہن کی فریاد سنی تو دوڑتا ہوا اپنی دینی بہن کی مدد کو آیا اور پل بھر میں اس کمینے یہودی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہوگئے اور انہوں نے اس غیرت مند مسلمان کو قتل کردیا اب یہ کوئی معمولی بات تو تھی نہیں یہودیوں نے اُن کی بہن کو برہنہ کرکے اُن کی غیرت کو للکارا تھا۔

امن وسلامتی اچھی بات ہے مگر غیرت کی قیمت پر امن وسلامتی اسلامی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔

یہ صورتحال اس لئے پیش آئی کہ یہودیوں نے نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی کی بلکہ کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔

لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنو قینقاع کے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔

پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا اور وہ لوگ جو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے مقابلہ ہوا تو معلوم چل جائیگا ہم کس قسم کے لوگ ہیں میدان میں لڑنے کیلئے بھی نہیں آسکے۔ حالانکہ ان کے پاس اسلحہ بھی بہت زیادہ تھا بہادری پر گھمنڈ بھی تھا۔

انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم بنایا اور یہ درخواست کی کہ انہیں یہاں سے نکل جانے دیا جائے اُن کے اموال اور اسلحہ کے انبار بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے لیں انہیں ان کے بیوی بچوں سمیت جانے دیا جائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست منظور کرلی اور انہیں تین دن کے اندر اندر مدینے سے نکل جانے کی مہلت دے دی گئی۔

یوں یہودیوں کا یہ اسلام دشمن قبیلہ بھی مدینے سے نکل گیا۔

غزوۂ احد

غزوۂ بدر میں کفار کے ستر افراد واصل جہنم ہوئے تھے ان کے عزیز واقارب کو ایک پل بھی چین نہ آتا تھا وہ بدلہ لینے کیلئے بے چین و بے تاب تھے لہٰذا کفار نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک بھرپور حملہ مسلمانوں پر ہونا چاہئے تا کہ ہماری انتقام کی آگ بجھ سکے جس نے ہماری راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کر رکھا ہے۔

لیکن کفارِ مکہ کے موجودہ سردار پریشان بیٹھے تھے کہ جنگ کے اخراجات کیسے برداشت ہوں گے اس کیلئے ایک کافر نے مشورہ دیا کہ اے ابو سفیان جو مال جنگِ بدر کے وقت تجارت کا آیا تھا اور ابھی تک دار الندوہ میں پڑا ہے اس مال کی اصل رقم مالکوں کو دے دی جائے اور اس کے نفع سے جنگ کے اخراجات پورے کر لئے جائیں۔

اس تجویز کا تمام کفار نے خیر مقدم کیا لہٰذا پچاس ہزار پونڈ کا منافع جو حاصل ہوا تھا اُسے غزوہ اُحد میں جھونک دیا گیا۔

تین ہزار کا لشکر مسلمانوں کو روندنے کیلئے بے چین و بے تاب تھا کفارِ مکہ کی شریف زادیاں اُن کے ساتھ تھیں جو رقص اور اشعار کے ذریعے اپنے نوجوانوں کے جوش غضب کو بھڑکا رہی تھیں۔

عبد اللہ ابن ابی کی دغا بازی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کفار کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا اور صحابہ کرام سے مشاورت کی کہ جنگ مدینے کے اندر رہ کر لڑی جائے یا مدینے سے باہر جا کر۔

فرمایا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو شہر کے اندر مورچہ بند ہو جاؤ عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھیوں میں بھیج دو اگر کفار باہر ٹھہرے تو کچھ ہی دنوں میں پریشان ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے شہر کے اندر داخل ہونے کی جرأت کی تو ہم گلی کوچوں میں اُن کا مقابلہ کریں گے کیوں کہ ہم ان گلیوں سے اچھی طرح واقف ہیں اور بلند مکانوں اور اونچے ٹیلوں میں سے بھی پتھر اڈ کر کے انہیں شکست دے سکتے ہیں۔

اکابرین صحابہ کرام کی بھی یہی رائے تھی۔ رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے اس بات کی تائید کی مگر پُر جوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو جام شہادت کو نوش کرنے کیلئے بے تاب و بے چین تھی اُس نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں ان اللہ و رسول کے دشمنوں کے سامنے لے چلئے ورنہ وہ یہ سوچیں گے کہ ہم بزدل ہیں اور گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔

عبداللہ ابن ابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! شہر ہی میں ٹھہرے رہنے یہاں شکست کا خطرہ نہیں ہو گا باہر جا کر لڑا گیا تو شکست بھی ہو سکتی ہے۔

نوجوان صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر ہم نے ایسا کیا تو کفار سمجھیں گے کہ ہم اُن سے ڈر گئے خوف زدہ ہو گئے۔ بدر میں جب ہماری تعداد تین سو تیرہ تھی تب بھی ہم نے انہیں دندان شکن جواب دیا تھا اور آج تو ہماری تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کا شوق اور جذبہ ایمان اور اللہ و رسول کی راہ میں شہادت کی آرزو کو دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

تیاری شروع کر دی گئی اور میدانِ اُحد کی جانب لشکرِ اسلام روانہ ہو گیا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوط کے مقام پر پہنچے تو عبداللہ ابن ابی واپس مدینے جانے لگا اور کہنے لگا کہ انہوں نے نادان بچوں کی بات مان لی ہے اور میرے مشورے کو مسترد کر دیا ہے۔

ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں لہٰذا میں اپنے تین سو فوجیوں کے ساتھ واپس جا رہا ہوں۔

قبیلہ خزرج کے ایک فرد عبداللہ بن حرام نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اپنی قوم اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نازک موقع پر چھوڑ کر نہ جاؤ۔

کہ دشمن موجود ہے آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور ان کا دفاع کریں۔

اس نے کہا یہ صرف طاقت کی نمائش ہے کوئی جنگ نہیں ہوگی اگر جنگ ہونے کا کوئی امکان ہوتا تو ہم یہاں سے واپس نہیں جاتے۔ اس نے کسی کی بھی منت سماجت کو قبول نہیں کیا اور بیچ راستے میں بھاگ کر واپس مدینے آگیا۔

عبداللہ ابن ابی نے یہ اس لئے کیا تاکہ مسلمانوں کا حوصلہ ٹوٹ جائے اور باقی ماندہ مسلمان بھی ہمت ہار کر لشکرِ اسلام سے الگ ہو جائیں۔

یہ اِس بے وقوف نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروانوں کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ عبداللہ ابن ابی کے الگ ہونے کے بعد لشکرِ اسلام کی تعداد سات سو رہ گئی۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (پ۴۔ سورہ آل عمران: ۱۷۹)

نہیں ہے اللہ کی شان کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر اب تم ہو جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔

ابو عامر فاسق

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مدینہ منورہ میں ابو عامر نام کا ایک شخص رہا کرتا تھا اس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا دینِ حق کی تلاش میں شام بھی گیا اور اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا یہ مدینے واپس آیا اور اس نے رہبانیت اختیار کر لی یہ اوس قبیلے کے نوجوانوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے اور وہ اس زمین پر ہجرت فرمائیں گے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آنے لگے تو اس کے اندر حسد کی آگ جل اُٹھی کہ لوگ اس کو چھوڑ کر شمع محمدی کے پروانے بن رہے ہیں اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کر دی۔

ایک دن یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ کون سا دین ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ دین حنیف ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔

وہ کہنے لگا کہ دین ابراہیمی پر تو میں بھی ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اس دین پر نہیں ہے۔

وہ بولا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس دین حنیف میں اپنی مرضی سے کچھ چیزیں ڈال دی ہیں جن کا دینِ حنیف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کوئی غیر چیز اس میں داخل نہیں کی ہے۔

میں نے اس کو ساری آلائشوں سے پاک صاف کر کے پیش کیا ہے۔

اس نے اس وقت کہا جو جھوٹا ہو اُسے غریب الوطن میں تنہا موت دے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر آمین فرمایا اور ایسا ہی ہوا پھر یہ عرصہ دراز کے بعد ملک شام میں غریب الوطنی میں اپنے اہل و عیال سے دور مرا۔

پہاڑ کی چوٹی پر تیر اندازوں کا دستہ

اُحد کے میدان میں جب لشکرِ اسلام نے اپنا پڑاؤ ڈالا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی حقانیت اور شہادت کی فضیلت پر ایک پُراثر خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگی احکامات ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ جب تک میں جنگ کا حکم نہیں دوں جنگ نہیں کرنی ہے۔

اس وادی میں ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا جو عینین کے نام سے مشہور تھا وہاں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو تعینات کیا اور اُن سے فرمایا کہ جب تک میں تم سے نہ کہوں اس ٹیلے کو نہ چھوڑنا۔

یہ انتہائی اہم پوائنٹ تھا لشکر کفار نے عقب سے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا لیکن یہاں پر تعینات پچاس تیر اندازوں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔

لیکن جب کفر کو شکست ہونے لگی اور کافر بھاگنے لگے تو یہ تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے آکر مالِ غنیمت جمع کرنے لگے۔ خالد بن ولید اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ ٹیلے پر موجود مجاہدین نہیں ہیں۔ تو انہوں نے پھر پلٹ کر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان اُٹھانا پڑا۔

یہ نقصان محض اس وجہ سے ہوا کہ اُس دستہ نے اجتہادی خطا کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف وہ جگہ چھوڑ دی وہ یہ سمجھے کہ اب جب کہ کفار بھاگ رہے ہیں تو کوئی حرج نہیں کہ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں۔ یہ حکم تو اس وقت تک کیلئے تھا جب تک جنگ ہو رہی تھی اب یہ کفار شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔

اس اجتہادی خطا کے سبب مسلمانوں کو نقصان اُٹھانا پڑا۔

غزوہ احد میں جنگ کا آغاز

ابو عامر فاسق مدینے کو چھوڑ کر مکہ آگیا تھا اس کے ساتھ اس کے پچاس کے قریب اور ساتھی بھی موجود تھے اُحد کے دن یہ قریشِ مکہ کی صفوں میں شامل تھا۔

اس نے قریش کو کہہ رکھا تھا کہ جب اس کی قوم کے لوگ اس کو دیکھیں گے تو فوراً ہی اس کے ساتھ آکر مل جائیں گے اور پھر قریش کے جھنڈے کے نیچے آکر مسلمانوں کے خلاف اس بے جگری سے لڑیں گے کہ تم تو تم ساری دنیا حیران ہو جائے گی۔

جب یہ میدان میں آیا تو اس نے بلند آواز سے کہا:۔

اے گروہِ اوس! مجھے پہچانا میں ابو عامر ہوں۔

یہ، یہ سوچ کر آیا تھا کہ جیسے ہی وہ یہ جملہ کہے گا اوس کے جوان دوڑتے ہوئے آکر اس سے مل جائیں گے۔

لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں نے اس کی نام نہاد غیرت کا ٹھیکرا یوں توڑ دیا اُن سب نے با آواز بلند جواب دیا۔

اے فاسق! اے بدمعاش! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے تو ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔

مشرکینِ مکہ نے کہا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں دیکھتے ہی قبیلہ اوس کے جوان ہم سے آملیں گے مگر انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ ہم سمیت تم نے بھی سن لیا۔

کہنے لگا کہ میرے چلے جانے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہو گئی پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور جب اس کے پاس ترکش کے سارے تیر ختم ہو گئے تو اس بدبخت آدمی نے پتھر اُٹھا اُٹھا کر مارنا شروع کر دیئے اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔

تلوار کا حق

اُحد کے میدان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:۔

کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے کہ وہ اس تلوار کا حق ادا کرے گا۔

کئی جلیل القدر صحابہ کرام نے چاہا کہ یہ اعزاز اُن کو نصیب ہو جائے اور وہ اس کے لئے آگے بھی بڑھے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار کو پیچھے کر لیا۔

آخر ایک مشہور بہادر صحابی ابو دجانہ قریب آئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس تلوار کا حق کیا ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس کو دشمن پر پے در پے وار کر کے اس کو ٹیڑھا کر دے۔

حضرت ابو دجانہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اس شرط پر تلوار لینے کو تیار ہوں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلوار عطا کر دی۔

حضرت ابو دجانہ کے پاس ایک سرخ رنگ کا رومال ٹائپ کا دوپٹہ تھا جسے عصابہ الموت یعنی موت کا دوپٹہ کہا جاتا تھا جس وقت یہ دوپٹہ حضرت ابو دجانہ سر پر باندھتے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب وہ تلوار ابو دجانہ کو دے دی تو آپ نے اپنا وہ سرخ دوپٹہ نکالا اور سر پر باندھ لیا اور بڑے فخریہ انداز میں چلنے لگے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ایسی چال سخت ناپسند ہے لیکن سوائے اس موقع کے (یعنی جب کفر سے پنجہ آزما ہو)۔

حضرت ابو دجانہ تلوار لے کر کفر کے لشکر کے درمیان پہنچ گئے اور کافروں پر وہ تلوار اس طرح برسائی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جو سامنے آتا یہ اس کو ڈھیر کر دیتے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

غزوہ بدر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا جب کفارِ مکہ کا لشکر اُحد کیلئے نکلنے لگا تو مالک جبیر بن مطعم (انہوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا) نے وحشی سے کہا وحشی اگر تم نے میرے چچا طعیمہ کے بدلے حضور کے چچا حضرت حمزہ کو قتل کردو تو تم آزاد ہو۔

چنانچہ وحشی بھی اس لشکر کے ساتھ چل پڑا، وحشی کو چھوٹا نیزہ چلانے میں مہارت حاصل تھی اُس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا۔

وحشی کو جنگ سے اتنا سروکار نہیں تھا وہ تو بس اپنی آزادی کا خواہش مند تھا۔

حضرت حمزہ میدانِ اُحد میں شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے آپ جس طرف رُخ کرتے صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیتے تھے جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ کھڑا ہوتا۔

وحشی نے کسی سے پوچھا کہ حمزہ کون ہے؟

تو لوگوں نے بتایا یہی حمزہ ہیں۔

اب وحشی نے آپ پر حملہ کی تیاری شروع کردی اور موقع پاتے ہی دور سے اپنا نیزہ پھینکا جو کہ زیرِ ناف لگا حضرت حمزہ نے غضب ناک شیر کی طرح وحشی پر جھپٹنا چاہا مگر زخم کاری تھا آپ کیلئے یہ زخم جان لیوا ثابت ہوا۔

وحشی نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا کلیجہ لاکر ہندہ کو دیا ہندہ نے آپ کا کلیجہ چبایا مگر نگل نہ سکی اور تھوک دیا ہندہ نے اُسے اپنے کپڑے زیور دیئے اور کہا کہ باقی دس دینار تجھے مکہ واپس پہنچ کر دوں گی۔

پھر وحشی سے کہا مجھے حمزہ کی لاش دکھاؤ وہاں پہنچ کر اُس سنگدل عورت نے آپ کے اور دیگر شہداء کے ناک کان کاٹے اور پھر انہیں پرو یا ان کے کڑے اور پازیبیں بنائی۔

پھر جب مکہ میں داخل ہوئی تو انہیں پہن کر داخل ہوئی۔

فتح مکہ کے بعد میں ہندہ اور وحشی دونوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

شہادت کی دعا

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش اُحد کے دن کفارِ مکہ سے دو دو ہاتھ کرنے کیلئے بے تاب تھے۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے سعد بن ابی وقاص سے کہا آؤ ہم دونوں دعا مانگیں جب آپ دعا مانگیں تو میں آمین کہوں گا اور جب میں دعا مانگوں تو آپ آمین کہئے گا کیونکہ اس قبولیت کی گھڑی میں ہماری دعائیں بارگاہِ ربّ العالمین میں ضرور منظور ہوں گی۔

چنانچہ یہ دونوں حضرات ایک طرف چلے گئے سب سے پہلے سعد ابن ابی وقاص نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی اے اللہ! کل جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو میرے مقابلے میں ایک طاقتور اور جنگجو کو بھیج تاکہ تیری رضا کیلئے اس سے جنگ لڑوں اور وہ مجھ سے جنگ کرے پھر تو مجھے اس پر غلبہ دیدے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں اور اس کے لباس، زرہ اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لوں۔

حضرت عبداللہ نے میری دعا پر آمین کہا۔

پھر حضرت عبداللہ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے اور اس طرح دعا کی:۔

اے میرے ربّ! کل میرے مقابلے پر ایک کافر کو بھیج جو طاقت ور اور فنِ جنگ کا ماہر ہو میں تیری رضا کیلئے اس سے جنگ کروں اور وہ مجھ سے جنگ کرے آخر کار وہ مجھے قتل کر دے پھر وہ مجھے پکڑ لے میری ناک، کان کاٹ ڈالے اور جب قیامت کے دن میدان عدل برپا ہو اور میں تجھ سے اس حالت میں ملاقات کروں تو تُو مجھ سے کہے اے میرے بندے! کس جرم میں تیری ناک اور کان کاٹے گئے تو میں جواب میں عرض کروں:۔

اے اللہ! تیری محبت اور تیرے محبوب کے عشق کے جرم میں تو تُو فرمائے اے میرے بندے تم سچ کہہ رہے ہو۔

ان دونوں بزرگوں کی دعا قبول ہوئی۔

حضرت عبداللہ کو حضرت حمزہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔

شوقِ شہادت

حضرت عمرو بن جموع کے چار بیٹے خلاد، معوذ، معاذ اور ابو ایمن تھے یہ شیر کی طرح بہادر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار تھے۔ حضرت عمرو بن جموع لنگڑا کر چلا کرتے تھے جب غزوہ اُحد کا موقع آیا تو ان کے شیر دل بیٹے جہاد کیلئے زرہ زیب تن کرنے لگے تو حضرت عمرو بن جموع نے فرمایا کہ میں بھی جہاد کیلئے جاؤں گا۔

ان کے بیٹوں نے کہا بابا جان ! آپ معذور ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو معذور ہونے کے سبب یہ رُخصت دی ہے کہ آپ جہاد میں شرکت نہ کریں۔

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے بیٹے مجھے جہاد میں جانے سے روک رہے ہیں اور میری یہ تمنا ہے کہ میں جنت میں اپنے لنگڑے پیر سے چلوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے تو انہیں منع فرمایا مگر ان کے شوقِ جہاد کو دیکھتے ہوئے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت دیدی۔

جب آپ اس سفر پر جانے لگے تو آپ نے قبلہ رو ہو کر یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھے شہادت سے نواز اور مجھے نامراد کرکے اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹانا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور وہ اس جنگ میں شہید ہوئے۔

مخیریق یہودی

مخیریق یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات کو خوب پہچانتا تھا لیکن اس کی آبائی دین سے دلی محبت نے اجازت نہیں دی کہ حضور پر کھل کر ایمان لائے یہاں تک کہ اُحد کا دن آگیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس پر کرم فرمایا اور تعصب وتقلید کے خول کو توڑ کر اس نے اپنی قوم سے کہا:۔

اے گروہِ یہود! تم جانتے ہو کہ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امداد تم پر فرض ہے چلو اس فرض کو ادا کریں وہ کہنے لگے آج تو ہفتہ کا دن "یوم السبت" ہے آج ہمارے لئے جنگ کرنا ممنوع ہے اس نے کہا یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں میں تو جارہا ہوں اس نے اپنے وارثوں کو بلایا اور وصیت کی کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دینا حضور جیسے چاہیں انہیں خرچ کریں۔

پھر ہتھیار سجا کر میدانِ جنگ کا رُخ کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں کفارِ مکہ سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کیلئے فرمایا کہ تمام یہودیوں سے بہتر مخیریق ہے۔

ابی بن خلف کی عبرت ناک موت

غزوہ بدر میں خلف کے دونوں بیٹے اُمیہ بن خلف اور ابی بن خلف شریک ہوئے تھے اُمیہ بن خلف تو حضرت بلال کے ہاتھوں مارا گیا تھا جبکہ اُبی بن خلف قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس نے فدیہ ادا کر دیا اور رہا ہو کر مکہ چلا گیا اس احسان کا بدلہ اس بدبخت نے یہ دیا کہ اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العود تھا۔

اس نے قسم کھائی کہ میں اپنے گھوڑے کو روزانہ اتنے سیر مکئی کھلاؤں گا پھر اس پر سوار ہو کر ان (ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔

اس کی جب یہ بڑ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا، وہ نہیں بلکہ میں اُسے قتل کروں گا ان شاء اللہ۔

غزوہ اُحد میں یہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کیلئے آیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے جانثار صحابہ سے کہ اُبی بن خلف کو دیکھنا کہ کہیں وہ پیچھے سے حملہ آور نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ کے دوران پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ اپنے گھوڑے کو رقص کراتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آدھمکا اور کہنے لگا:۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہاں ہیں؟ اگر آج وہ بچ گئے تو میرا بچنا ناممکن ہے۔

جانثاروں نے اسے اس گستاخی کا مزہ چکھانا چاہا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو آنے دو۔

جیسے ہی یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے کذاب! اب بھاگ کر کہاں جاتے ہو اور ایک چھوٹا نیزہ پکڑ کر اس کی گردن پر ضرب لگائی کیونکہ اس کا سارا جسم لوہے میں غرق تھا بس گردن کا درمیانی حصہ ہی ننگا رہ گیا تھا۔

بس یہ ضرب لگنے کی دیر تھی اس کو چکر آ گئے لڑھک کر گھوڑے سے گر گیا اور اس طرح چیخنے لگا جیسے کسی طاقتور بیل کو ذبح کیا جائے تب وہ ڈکارتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضرب سے اس کو معمولی سی خراش آئی تھی لیکن اس معمولی سی چوٹ نے اس کی ہڈی پسلی ایک کر دی تھی۔

روتا، چیختا، چلاتا واپس کفار کے پاس بھاگا اور کہنے لگا:۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔

جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تم تو بہت ہی بزدل نکلے ابی بن خلف!

یہ بھی بھلا کوئی چوٹ ہے اور وہ بھی میدانِ جنگ میں تم نے تو اتنی معمولی خراش پر چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا ہے

ایسی چوٹ اگر کسی کی آنکھ میں لگ جائے تب بھی اس کی آنکھ سے آنسو اور زبان سے شکایت نہ نکلے گی۔

وہ کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے اگر یہ چوٹ ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو سارے کے سارے

ہلاک ہو جاتے۔

اور پھر دوسرے دن اس ضرب کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ مکہ جاتے ہوئے راستے میں ہلاک ہو گیا۔

احد سے مدینے واپسی

پہاڑ کی چوٹی پر تیر اندازوں کا جو دستہ تعینات تھا اس دستہ کی اجتہادی خطا کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو شدید جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔

لیکن اس جانی نقصان کے باوجود مسلمانوں کے استقلال میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

مدینے میں بھی یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ مدینے کی خواتین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیریت کی خبر جاننے کیلئے وہاں موجود ہیں اور وہ اس حوالے سے بہت پریشان تھیں۔

سامنے سے ایک اونٹ آ رہا تھا جس پر دو افراد کی لاشیں تھیں انصار کی ایک خاتون نے پوچھا یہ دو لاشیں کس کی ہیں؟

اس خاتون کو بتایا گیا کہ یہ دو لاشیں فلاں ابن فلاں کی ان دونوں میں سے ایک تمہارا شوہر اور دوسرا تمہارا بیٹا ہے۔

اس نے کہا انہیں چھوڑو یہ بتاؤ کہ میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔

کہنے لگی، مجھے کسی کی پرواہ نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرمایا کرتا ہے۔

تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ (پ ۴۔ سورہ آل عمران: ۱۴۰)

اور یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم میں سے کچھ شہید۔

اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی ایک اور سازش

مکہ کے اندر ایک چوکڑی جمی ہوئی تھی کفارِ مکہ ابو سفیان کے ہمراہ بیٹھے ہوئے گپے مار رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مدینے میں عام لوگوں کی طرح گھومتے پھرتے ہیں مسجد آتے جاتے ہیں اپنے صحابہ کی خبر گیری کیلئے بھی گھر سے نکلتے ہیں اُن کی حفاظت پر کوئی دستہ مامور نہیں ہوتا۔

اگر کوئی اُن کا کام تمام کر دے تو تمام انتقام پورے ہو جائیں لیکن ان میں سے کسی شخص نے بھی اس کی حامی نہ بھری۔

ایک اعرابی دور کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا وہ ابو سفیان کے گھر گیا اور کہا تمہارا مطلوبہ کام میں کر دونگا میرے پاس چیل کے پر کے برابر ایک خنجر ہے اور وہ خنجر میں اپنے کپڑوں میں چھپالوں گا اور تمہارا مطلوبہ کام میں انتہائی رازداری کے ساتھ انجام دے دوں گا۔

ابو سفیان نے اُسے انعام دینے کا وعدہ کیا اسے سواری کیلئے اونٹ اور سفر کے اخراجات بھی دیئے ابو سفیان نے اس سے کہا کہ دیکھو اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے اعرابی نے ابو سفیان کو یقین دلایا کہ اس کی خبر تو ہرگز نہیں ہونے پائے گی۔

بہر حال یہ اعرابی مکہ سے مدینے کی جانب شمع محمدی کا چراغ گل کرنے کے ارادے سے نکل کھڑا ہوا۔ پانچ راتیں مسلسل سفر کرنے کے بعد یہ مدینے پہنچا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پوچھتے پوچھتے وہ بنو عبد الاشہل کی مسجد تک پہنچ گیا جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما اپنے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اس شخص کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص غداری کرنے کیلئے آیا ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُس کو اِس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

اتنے میں وہ حضور کے بالکل ہی قریب آ گیا۔

پوچھنے لگا تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

وہ حضور کے قریب ہوا اور اس طرح بات کرنے لگا جیسے سرگوشی کر رہا ہو۔

حضرت اسید بن حضیر نے اُسے کھینچ کر حضور سے دور کر دیا اور اس کی تلاشی لی تو اس میں چھپا ہوا خنجر مل گیا۔

اب تو اُس عرابی کے حواس خراب ہو گئے گڑبڑا گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اعرابی سچ بتا یہاں کیوں آیا تھا؟

تم جس مقصد سے یہاں آئے تھے میں تمہارے اُس مقصد سے بخوبی آگاہ ہوں۔

اس اعرابی نے کہا کہ کیا مجھے جان کی امان ہے؟

فرمایاہاں تمہیں جان کی امان ہے۔

پھر اس نے ساری سازش کفارِ مکہ کی سوچ اور جن شرائط پر وہ یہاں آیا تھا ایک ایک لفظ بتادیا۔

اس اعرابی کو ایک دن قید رکھا گیا اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے معاف کرکے آزاد کر دیا اور فرمایا اگر تم چاہو تو اسلام قبول کرلو۔

اس نے خوشی خوشی اسلام قبول کرلیا۔

پھر وہ اعرابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہنے لگا:۔

جیسے ہی میں مسجد میں داخل ہوا اور آپ پر نگاہ پڑی تو میرا دل کانپ اُٹھا اور میں خوف سے لرزنے لگا حالانکہ اس سے پہلے میں کبھی بھی کسی شخص سے خوفزدہ نہیں ہوا اور سب سے زیادہ تعجب اس بات پر تھا کہ آپ کو غیب کا علم بھی ہے کیونکہ جو راز میں اور ابوسفیان جانتے تھے آپ اس راز سے بھی آگاہ ہیں۔

آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور وہی آپ کا نگہبان ہے۔

وہ اعرابی کچھ عرصے حضور کی صحبت میں رہا پھر چلا گیا۔

اسلام کے خلاف نیٹو اتحاد

مشرکینِ مکہ تو انتقام کی آگ میں جل رہے تھے یہودیوں کے دلوں میں بھی آتشِ حسد کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں اور عرب کے دیگر مشرک قبائل بھی اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ تھے۔

ان ہی دنوں یہودیوں کا ایک وفد مشرکینِ مکہ کے پاس گیا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے ابھارنا شروع کیا بدر کے میدان میں اُن کے سرداروں کی موت پر آنسو بھی بہائے اور انہیں یہ یقین دلایا کہ اب وہ جو جنگ حضور کے خلاف لڑیں گے اس میں یہودی قبائل بھی ان کے شانہ بشانہ حصہ لینگے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اسلام اور پیغمبر اسلام کو ختم نہ کر ڈالیں۔

ان یہودی سرداروں میں سلام، بن مشکم، حیی بن اخطب اور تمام چوٹی کے سردار شامل تھے مکہ میں کفارِ مکہ کے پچاس کے قریب تمام قبائل کے سرداروں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف خانہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتمہ نہ کر دیں ہم میں سے اگر ایک بھی آدمی زندہ رہا تو وہ اس جنگ کو جاری رکھے۔

ان سب نے یہ معاہدہ غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اور دیوارِ کعبہ کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کیا۔

یہودیوں کا شرمناک کردار

جب یہودیوں کا وفد مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر یہ معاہدہ کر رہا تھا تو ابو سفیان نے یہودیوں کے سرداروں سے پوچھا:۔

اے صاحبانِ کتاب تم توریت کے وارث ہو یہ بتاؤ کہ ہم حق پر ہیں یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)؟

یہودی وفد جو کہ ان سرداروں اور علماء پر مشتمل تھا اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ قریش مکہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور وہ مقدس کعبہ جس کی تعمیر ان سب کے بڑے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی ان مشرکوں نے اس مقدس گھر میں تین سو ساٹھ "۳۶۰" بت رکھ دیئے۔ عقیدہ توحید کی تعلیمات کو برسوں پہلے پس پشت ڈال چکے تھے، کہنے لگے:۔

اے مکہ کے سردارو! تم ان سے بہتر ہو تم ہی تو حق پر ہو کیونکہ تم اس گھر کی تعظیم کرتے ہو حاجیوں کو پانی پلاتے ہو اور ان خداؤں کی پوجا کرتے ہو جن کی پوجا تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے تم تو اپنے پرانے دین پر قائم ہو۔

ابو سفیان نے اُن سے کہا اے یہود کے معزز سرداروں، علماء، راہبوں ہم تمہاری بات پر اس وقت تک یقین نہیں کر سکتے جب تک کہ تم ہمارے بتوں اور دیویوں کو سجدہ نہ کر لو۔

تمام یہودی سرداروں، علماء اور راہب جو اس وفد میں موجود تھے ان سب نے ان بتوں کو سجدہ کیا۔

قریش تو یہ دیکھ کر خوشی سے پاگل ہو گئے کہنے لگے کہ ہم آخری سانس تک اسلام اور پیغمبر اسلام سے لڑیں گے۔

اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۞ (پ۵۔ سورہ النساء: ۵۱)

کیا نہیں دیکھتے تم ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں جبت اور طاغوت پر اور کہتے ہیں ان کے بارے میں جنہوں نے کفر کیا کہ وہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔

اس کے بعد یہ وفد چرخی کی طرح گھوم گھوم کر عرب کے قبائل کا دورہ کرنے لگا اور لوگوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جنگ پر اکسانے لگا اور کچھ ہی دنوں میں ایک لشکر جرار مدینے کی چھوٹی سے بستی کو دنیا کے وجود سے مٹانے کیلئے چل پڑا۔ تھوڑا سا آگے یہ لشکر بڑھا تو غطفان قبیلے اور نجدی ہم سفر چھ ہزار کی فوج لے کر اس لشکر میں شامل ہو گئے۔

مدینے میں ہنگامی اجلاس

مدینے میں موجود قیادت ہمیشہ سے بیدار مغز اور چوکنا تھی نیز دیگر قبائل میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام موجود تھے انہوں نے بھی نیٹو افواج کی آمد کی اطلاع اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھجوا دی تھی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کا اجلاس طلب کیا اور مشاورت کی کہ کفار کا ایک لشکر جرار مدینے کی چھوٹی سی بستی کو نیست و نابود کرنے کیلئے آ رہا ہے۔

حالات نہایت نازک ہیں ان کی یلغار کو کس طرح روکا جائے ایک ایسے عالم میں جب کہ منافقین جیسے آستین کے سانپوں کی بھی کمی نہیں ہے۔

اسی مجلس مشاورت میں سیّدنا سلمان فارسی بھی موجود تھے وہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب ہمارے ملک فارس میں دشمن حملہ کرتا تھا تو ہم شہر کے ارد گرد خندق کھود کر اس لشکر جرار کو سرحدوں پر ہی روک دیتے تھے وہ مزید آگے نہیں بڑھ پاتے تھے۔

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناسب سمجھیں تو مدینے کے ارد گرد خندق کھودی جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سیّدنا سلمان فارسی کی یہ تجویز بہت پسند آئی۔

مدینہ کی بستی تین طرف سے پہاڑوں اور باغات سے گھری ہوئی تھی اور امکان اسی بات کا تھا کہ اگر اس لشکر نے حملہ کیا تو شمال کی جانب سے کریں گے لہٰذا اسی طرف نشان لگا دیئے گئے۔

تمام مسلمان خندق کھودنے میں مصروف تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خندق کھود رہے تھے اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت

خندق کی کھدائی کا کام جاری تھا ہر دس آدمیوں پر مشتمل ٹیم کو چالیس گز خندق کھودنے کا ٹاسک دیا گیا تھا چھوٹا بڑا ہر کوئی یکساں طور پر اس کام میں مصروف تھا۔

اتفاق سے ایک ٹیم کے حصے میں ایک ایسی جگہ آگئی کہ جہاں پر چٹان تھی اور صحابہ کرام نے سخت کوشش کی کدالیں کند ہو گئیں مگر چٹان ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

صحابہ کرام کی اس جماعت نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دے کر ساری داستان سنائی۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے اور ایک صحابی سے کدال لے کر ایک زور دار ضرب اس چٹان پر لگائی فضا میں روشنی کا جھماکا ہوا چٹان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر الگ ہو گیا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسری ضرب لگائی پھر چٹان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر الگ ہو گیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں دے دی گئی ہیں میں اس وقت مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری ضرب لگائی اور چٹان کا آخری حصہ بھی کٹ گیا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چٹان ہی نہیں توڑی بلکہ قیصر و کسریٰ کے محلات کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی نوید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی تھی۔ یہ تھا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علمِ غیب جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا۔

پھر یہ سارے ممالک عہدِ فاروق اعظم میں فتح ہوئے۔

منافقین کی ہرزہ سرائی

ان حالت میں جب ایک جانب کفر کا لشکر اُمڈتا ہوا آرہا تھا اور دوسری جانب مسلمانوں کیلئے مدینے کا داخلی ماحول بھی کچھ سازگار نہ تھا یہودیوں اور منافقین جیسے آستین کے سانپوں کی بھی کمی نہ تھی۔

مسلم فوج کے پاس نہ ساز وسامان اور نہ خوراک کا کوئی انتظام فاقہ کشی کا عالم تھا جب ظاہری طور پر اپنی ہی زندگی ٹمٹماتے ہوئے چراغ کا منظر پیش کر رہی ہو ایسے عالم میں اس وقت کی سپر پاورز کی فتح کی بشارت، بے شک کوئی شک نہیں یہ بشارت صرف اللہ کا رسول ہی دے سکتا ہے۔

لیکن منافقین نے جب سنا تو منافقین جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری لگ چکی تھی کہنے لگے تمہیں ان کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا ایک ایسے عالم میں کہ جب تم دشمن کے ڈر سے خندقیں کھودرہے ہو خوف کی وجہ سے تم قضائے حاجت کیلئے مدینے سے باہر نہیں جاسکتے یہ تمہیں جھوٹی اُمیدیں دِلا رہے ہیں کہ قیصر وکسریٰ کے محلات فتح کرلیں گے۔

اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔

وَ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (پ۲۱۔ سورہ احزاب: ۱۲)

اس وقت منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکے اور فریب کے وعدے کئے تھے۔

اس پیشن گوئی کو ابھی پچیس سال ہی گزرے تھے ظالم وجابر کسریٰ کا خاتمہ ہو گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام ارشادات حرف بہ حرف پورے ہوئے۔

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تین دن سے خندقوں کی کھدائی میں مصروف تھے اور ان تین دنوں میں انہوں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا تھا فرض کی ادائیگی کے احساس نے انہیں ہر چیز سے بے نیاز کر دیا تھا۔

سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقہ سے ہیں تو آپ سے رہا نہ گیا آپ واپس گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ سے کہنے لگے کہ کیا گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟

حضرت جابر کی اہلیہ نے کہا کہ چند سیر جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ حضرت جابر نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا آپ کی اہلیہ نے جَو پیسے اور آٹا گوندھ لیا۔

ہانڈی چولہے پر چڑھا دی گئی۔

اب حضرت جابر باہر جانے لگے تو اہلیہ نے کہا سنئے آپ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کر دیجئے گا یعنی زیادہ لوگوں کو لے کر نہ آجایئے گا۔

حضرت جابر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور چپکے چپکے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کی دعوت ہے اور آپ ایک دو صحابی کو بھی ساتھ لے لیجئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جیسے ہی حضرت جابر کی بات سنی تو اہلِ خندق سے مخاطب ہو کر اعلان کیا:۔

اے خندق والو! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے آؤ آؤ ہم سب کھانے کیلئے چلیں۔

صحابہ کرام سینکڑوں کی تعداد میں تھے مسلسل کئی دِنوں سے فاقہ سے تھے حضرت جابر فرماتے ہیں میں شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا کہ کھانا تو صرف چند افراد کیلئے ہے جو پورا ہو سکتا تھا اس لشکر کیلئے تو نہیں اب اتنے سارے افراد کا انتظام کیسے ہو گا؟

میں اسی پریشانی میں گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع مہاجرین وانصار کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔

حضرت جابر کی اہلیہ نے پوچھا، یہ بتایئے کہ اُن سب کو آپ نے دعوت دی ہے یا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے؟

میں نے کہا نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوت دی ہے۔

پھر اُن کی اہلیہ نے کہا پھر آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

ادھر صحابہ کرام سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جابر کے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت جابر سے پوچھا، جابر وہ گوشت کہاں ہے؟

عرض کیا وہ ہنڈیا میں رکھا ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ آٹا کہاں ہے؟

عرض کیا یہ رہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ہانڈی میں ڈال دیا اور اوپر ڈھکنے پر آٹا لگایا اور تاکید فرمائی ڈھکنا نہ اُٹھانا پھر فرمایا آٹے کو کپڑے سے ڈھانپ دو اور روٹیاں پکاتے رہو پھر مجھے حکم دیا۔

جابر دس دس کی تعداد میں اپنے ساتھیوں کو بلاتے رہو۔

دس دس کی تعداد میں صحابہ کرام آتے رہے اور حضرت جابر کے یہاں دعوت کھاتے رہے۔

یہاں تک کہ تمام مہاجرین وانصار نے کھانا کھالیا مگر ہانڈی کا گوشت ویسے کا ویسا ہی رہا آٹا بھی ذرہ برابر کم نہیں ہوا۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خود بھی کھاؤ اور اپنے عزیز و رشتہ داروں میں بھی تقسیم کرو کیونکہ سب لوگ قحط سالی کا شکار ہیں۔

حضرت جابر دیر تک بانٹتے رہے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو ہر چیز ختم ہو گئی۔

حلوہ میں برکت

غزوہ خندق کے موقع پر ایک صحابیہ نے حلوہ بناکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس وقت سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمّ سلمہ کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔

حضرت اُم سلمہ نے اس حلوہ میں سے جتنا چاہا کھایا باقی لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور اعلان فرمادیا کہ لشکر والے رات کا کھانا حضور کے ساتھ کھائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت پر سارا لشکر وہاں آگیا اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور حلوہ کا برتن حلوہ سے ویسے ہی بھرا رہا۔

لشکرِ کفار کی حیرت

لشکرِ کفار اپنی پوری تیاری کے ساتھ مدینے کی بستی کو تباہ کرنے کیلئے آ رہا تھا اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ چند گھنٹوں میں وہ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

لیکن جیسے ہی وہ مدینے کی سرحد پر پہنچے وہ حیران رہ گئے کہ ان خندقوں کو کیسے پار کریں؟

مسلمانوں کی جنگی تدبیر نے اُن کے اوسان خطا کردیئے۔ بہرحال وہ خندق کی دوسری جانب محاصرہ کرکے بیٹھ گئے وہیں انہوں نے اپنے خیمے لگالیے۔

عالم کفر کی نیٹو افواج سر جوڑ کر بیٹھ گئی کہ اب کیا کریں جنگی ماہرین آپس میں مشورہ کرنے لگے۔

بالآخر یہودی قبیلے کے سردار حیی بن اخطب نے کہا کہ اس کا ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ اندر سے یہودی قبیلہ بنو قریظہ حملہ کردیں اور باہر سے ہم تو مسلمانوں کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

سب نے حیی بن اخطب کی اس تجویز کو سراہا اور حیی بن اخطب اپنے اس مشن پر روانہ ہو گیا۔

ابن عبدود کی عبرتناک موت

خندق کو دیکھ کر کفارِ مکہ حیران و پریشان تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس خندق کو پاٹے تو کیسے ؟

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور عمرو بن عبدوڈ یہ عرب کا بہت بڑا جنگجو سمجھا جاتا تھا خندق کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے تا کہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں خندق کم چوڑی ہو تو یہ مسلمانوں پر حملہ کر سکیں۔

اتفاق سے عمرو بن عبدوڈ کو ایک جگہ تھوڑی سی تنگ معلوم ہوئی اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا ایک لمبی چھلانگ بھر کر خندق کی دوسری جانب کود گیا۔ اور وہاں جا کر کہنے لگا کہ ہے کوئی میرے مقابلے پر آنے کی جرأت کرنے والا۔

شیر خدا نے اس کی للکار کا جواب دیا اور تلوار لہراتے ہوئے اس کے سامنے مقابلے کے لئے آ گئے اور فرمایا:۔

اے عمرو بن عبدوڈ میں نے سنا ہے کہ اگر کوئی قریشی تجھ سے دو چیزیں مانگے تو تُو اس میں سے ایک چیز اُسے ضرور دیتا ہے۔

عمرو بن عدوڈ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا پھر میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تُو اسلام قبول کر لے۔

اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

شیر خدا نے فرمایا پھر آ مجھ سے مقابلہ کر۔

طاقت کے نشے میں چور ابن عدوڈ کہنے لگا تم نوجوان ہو اور میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہتا ویسے بھی آپ کے والد ابو طالب کے ساتھ میرے دوستانہ مراسم تھے۔

حضرت علی نے فرمایا لیکن میں چاہتا ہوں کہ میری تلوار تیرا سر قلم کرے۔

یہ سنتے ہی وہ غصے سے پاگل ہو گیا اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا گھوڑے کی کوچیں کاٹ ڈالیں اس کے جبڑے پر بھی مارا اور حضرت علی سے مقابلہ کیلئے پنجہ آزمائی کرنے لگا۔

دونوں اپنی شجاعت کے جوہر دکھانے لگے اس شدت کی لڑائی ان دونوں کے درمیان ہو رہی تھی کہ گرد و غبار نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

اور ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کیلئے دعا فرما رہے تھے اے اللہ! علی کی مدد فرما۔

پھر تھوڑی ہی دیر میں حضرت علی کی تلوار نے اس کو دو ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا۔

عالم کفر کے اس جنگجو کی عبرتناک موت کو دیکھ کر کفر کے سارے گیدڑ واپس پیچھے بھاگ گئے۔ بلکہ عکرمہ بن ابی جہل تو بدحواسی میں اپنا نیزہ بھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔

پھر ایک مہینے تک کسی کو خندق کو پار کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

بنو قریظہ کو ملانے کی سازش

حیی بن اخطب جنگی ماہرین سے مشورہ کے بعد کسی طرح بنو قریظہ کے قلعے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

بنو قریظہ کے یہودیوں کے سردار کا نام کعب بن اسد تھا یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو پوری پابندی کے ساتھ پورا کر رہے تھے۔

حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے دروازے پر دستک دی۔

کعب بن اسد کو حیی بن اخطب کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی اور اُسے اندازہ تھا کہ یہ ضرور خبیث کوئی نہ کوئی خباثت کرے گا لہٰذا اس نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔

حیی بن اخطب نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا، اے کعب دروازہ کھولو!

کعب نے کہا تم بد بخت آدمی ہو مجھے بھی کسی بلا میں گرفتار کرا دو گے اس لیے میں تمہارے لئے دروازہ ہرگز نہیں کھولوں گا۔

حیی بن اخطب نے کہا اچھا کعب میں سمجھ گیا تم اس لئے دروازہ نہیں کھولنا چاہتے کہ کہیں تمہیں مجھے روٹی نہ کھلانا پڑ جائے۔

کنجوسی کا طعنہ کعب سے بھلا کب برداشت ہو سکتا تھا اس نے دروازہ کھول دیا۔

کچھ دیر کے بعد حیی بن اخطب نے کعب سے کہا کہ میں تمہارے پاس زمانے بھر کی عزت لے کر آیا ہوں اور ساری داستان اُسے سنا ڈالی کہ سارا عالم کفر اسلام کے خلاف متحد ہو گیا ہے اور اب ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک اسلام کو روئے زمین سے مٹا نہ دیں۔

کعب نے پہلے تو انکار کیا اور کہا، حیی تم میرے لئے زمانے بھر کی عزتیں نہیں ذلتیں لے کر آئے ہو۔

حیی کافی دیر تک کعب کے ساتھ بیٹھا رہا اُسے حالات بتاتا رہا اور مستقبل کے سنہرے سپنے بھی دکھاتا رہا۔ بالآخر کعب، حیی بن اخطب کی باتوں کے جال میں پھنس گیا اور لشکر کفار کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کر دی۔

بنو قریظہ کی غداری

حیی بن اخطب کے برانگیختہ کرنے پر بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ہوا معاہدہ اس وقت توڑ ڈالا جب عالم کفر اسلام کو مٹانے کیلئے مدینے کی سرحد پر جمع ہو چکا تھا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنو قریظہ کی غداری کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو طلب کیا اور انہیں بنو قریظہ کی جانب تصدیق کیلئے بھیجا۔

جب انصار کے یہ دونوں سردار بنو قریظہ کی بستی کے قریب پہنچے تو یہاں کا تو انداز ہی نرالا تھا جنگ کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کا مکمل بندوبست ہو چکا تھا نیزوں کی انّیاں تیز کی جارہی تھیں تلواروں کو زہر میں بجھایا جارہا تھا اور تیر کمانیں، ڈھالیں اسلحہ خانہ سے نکال کر یہودی نوجوانوں میں تقسیم کی جارہی تھیں۔

ان دونوں سرداروں نے چاہا کہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد سے گفتگو کریں اور اُسے سمجھائیں۔ مگر ان دونوں حضرات نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی اور وہ معاہدہ یاد دلایا جو اُن کے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا۔

مگر وہ تو بدتمیزی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے اور حضور کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔

یہ ساری صورتحال دیکھ کر انصار کے یہ دونوں سردار واپس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے اور ساری صورتحال سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ ایک طرف کفارِ مکہ کا لشکر جرار جس میں کفر کے تمام قبائل اور یہودی بھی شامل تھے دوسری جانب گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے بنو قریظہ نے عین جنگ کی حالت میں غداری کر کے حالات کو مسلمانوں کیلئے اور نازک بنا دیئے اور کسی بھی لمحہ بنو قریظہ کے یہودی مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کر سکتے تھے لیکن اپنے تمام ارادے کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

اور کفار نا مراد لوٹ گئے

عین اُس وقت جب کفار مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی تیاری کر رہے تھے اور اندر سے یہودی مسلمانوں پر شب خون مارنے کیلئے تیار تھے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا تعلق بنو غطفان سے ہے اور میرا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا ہے مگر میرے ایمان لانے کا علم نہ تو میرے قبیلے بنو غطفان کو ہے اور نہ ہی یہودیوں کو اور میرے بنو قریظہ کے یہودیوں سے بہت اچھے مراسم اور تعلقات ہیں اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی کام آسکوں تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اکیلے کیا کر سکتے ہو؟

ہاں اگر کفار کی حوصلہ شکنی اور ان کے درمیان پھوٹ ڈال دو یہ جنگ ہے اور جنگ میں ایسی تدبیر جائز ہے۔

یہ جو صحابی حاضر ہوئے تھے ان کا نام نعیم بن مسعود تھا اُن کے بنو قریظہ سے بڑے اچھے مراسم تھے یہ بنو قریظہ کے پاس گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ میرے تم سے بہت پرانے تعلقات ہیں اور آپس میں گہرے مراسم بھی ہیں تم یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہو۔

یہودیوں نے کہا کہ ہاں ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔

پھر نعیم بن مسعود نے سرگوشی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کعب بن اسد سے کہا کہ قریش اور عرب کے قبائل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے کیلئے آئے ہیں اور تم نے یہ معاہدہ توڑ کر اُن کی امداد کا اعلان کر دیا ہے۔

لیکن تمہاری اور اُن کی حالت ایک جیسی نہیں ہے تمہاری رہائش یہاں مدینے میں ہے تمہارے بال بچے مدینے میں ہیں تمہاری جائیداد مدینے میں ہے تمہیں یہاں رہنا ہے۔ جبکہ قریش کا سب کچھ یہاں سے دور ہے وہ کامیاب ہوئے تو ان کی ہر چیز پر قبضہ کرلیں گے اور اگر ناکام ہوئے تو یہاں سے واپس اپنے شہر چلے جائیں گے اور تمہیں یہاں تنہا چھوڑ دیں گے مگر تم کہاں جاؤ گے؟

یہ تو تمہیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

کعب بن اسد نے کہا یہ بات تو تم نے بڑے کام کی بتائی واقعی ہم سے تو یہ بڑی غلطی ہوئی۔

اب تم ہی بتاؤ کہ ہم کیا کریں؟

نعیم بن مسعود نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ قریش سے بولو کہ اپنی کچھ شخصیات بطور یرغمال تمہارے پاس بھیج دیں ورنہ تم اُن کے ساتھ مل کر یہ جنگ نہیں لڑو گے۔

قریظہ کے سردار کعب نے کہا کہ تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا۔

وہاں سے نعیم بن مسعود نکل کر فوراً قریش کے پاس پہنچے اور ابو سفیان اور دیگر سرداروں کو بلا کر کہا کہ میرے تم سے عرصہ دراز سے اچھے تعلقات رہے ہیں مجھے ایک خبر ملی ہے مگر میرا نام نہیں آنا چاہئے تو میں تم کو بتا دیتا ہوں۔ ابو سفیان نے اُسے یقین دلایا کہ تمہارا راز فاش نہیں ہو گا اب بتاؤ کیا خبر ہے؟

نعیم بن مسعود نے انہیں بتایا کہ بنو قریظہ نے جو مسلمانوں سے معاہدہ کیا تھا وہ توڑ کر اب وہ سخت نادم اور شرمندہ ہو رہے ہیں اور معاہدے کیلئے دوبارہ انہوں نے بات چیت شروع کرر کھی ہے۔

اور اُن کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ وہ کچھ لوگ قریش اور بنو غطفان کے بطور یرغمال تم سے مانگیں گے اور انہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حوالے کردیں گے تاکہ وہ انہیں قتل کردیں اور یوں وہ اپنا معاملہ حضور سے صحیح کرلیں گے اور پھر دونوں مل کر تم پر حملہ کردیں گے۔

اگر یہودی تم سے رہن کیلئے چند آدمی طلب کریں تو ہر گز نہیں دینا یہی بات اس نے بنو غطفان میں جا کر بتائی۔

اب کیا تھا دوسرے ہی دن ابو سفیان نے ایک قاصد یہودیوں کے پاس بھیجا کہ اُن سے کہو کہ محاصرے کو کافی وقت گزر چکا ہے تم اندر سے مسلمانوں پر حملہ بولو ہم باہر سے حملہ کرتے ہیں اب ہم مزید انتظار نہیں کرسکتے ہمارے جانور مر رہے ہیں اور اتنے دن محاصرہ کیے ہوئے ہو گئے ہیں۔

لہٰذا جو کچھ بھی کرنا ہے جلد از جلد کرو تاکہ یہ معاملہ جلد از جلد نمٹ جائے۔

یہ دن ہفتہ کا تھا یہودیوں نے کہا کہ آج تو ہفتہ کا دن ہے اور ہفتہ کے دن ہم جنگ نہیں لڑتے اور اس قاصد سے کہا کہ جب تک قریش کے کچھ آدمی بطور یرغمال ہمارے پاس نہیں بھیجتے ہم لڑائی میں شریک نہیں ہونگے تم تو کل گھروں کو واپس لوٹ جاؤ گے ہم اکیلے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے لڑنے کی تاب نہیں رکھتے۔

قاصد نے آکر قریش اور غطفان کے سرداروں کو بنو قریظہ کا پیغام دے دیا۔

تو ابو سفیان اور غطفان کے سردار کہنے لگے بخدا نعیم نے سچ کہا تھا۔ ابو سفیان نے اُن کی یہ شرط ماننے سے انکار کردیا اور کہا تم فوراً مسلمانوں پر حملہ بول دو۔ اس طرح بنو قریظہ کو بھی یقین ہو گیا کہ نعیم نے جو مشورہ دیا تھا وہ درست تھا۔

یوں یہ دونوں فریق ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور اُن کے حوصلے پست ہو گئے اسی رات ایک تیز آندھی آئی جس نے اُن کے خیموں کو اُلٹ کر رکھ دیا ابو سفیان نے جب یہ آندھی دیکھی تو بدحواس ہو کر مکہ کی طرف بھاگ نکلا جب کفار نے اپنے کمانڈر کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی پیچھے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنو قریظہ کا محاصرہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایک ماہ تک کفار کے سامنے ڈٹے رہنے کے بعد واپس اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔

جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب تک بنو قریظہ کو اُن کے انجام تک نہ پہنچادیا جائے اس وقت تک ہتھیار اُتارنے کی اجازت نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ تمام مسلمانوں میں اعلان کردو کہ عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں ادا کریں۔

یہ اعلان سننے کی دیر تھی مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سرگرم ہوگئے ہتھیار سجائے اور بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔

یہودیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان اُن کے قلعے کا محاصرہ کررہے ہیں تو انہوں نے قلعے کے دروازے کو بند کرلیا۔

قلعے کے اندر سے یہودی پتھر اور تیر برساتے رہے مسلمان بھی اس کا موثر جواب دیتے رہے۔

بالآخر انہوں نے گفتگو کی اجازت طلب کی جو انہیں دے دی گئی یہود نے ایک نمائندہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا وہ آیا اس نے آکر کہا جن شرائط پر آپ نے بنو نضیر کو یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی تھی انہی شرائط پر ہمیں بھی جانے دیجئے اور ہمارا سارا مال و متاع بھی رکھ لیجئے ہماری جان بخش دی جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے متعلق میرا فیصلہ اگر ماننے کیلئے تیار ہو تو بات چیت آگے ہوسکتی ہے۔

وہ واپس مشورہ کرنے قلعے کے اندر گیا اور سارا ماجرہ کہہ سنایا۔

کعب کی یہودیوں کو تین تجاویز

بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے تمام یہودیوں سے ایک خطاب کیا اور انہیں کہا کہ میں تمہارے سامنے تین تجاویز رکھتا ہوں تم ان میں سے ایک کو قبول کرلو۔

یہودیوں نے کہا تم اپنی تین تجاویز بتاؤ۔

کعب بن اسد نے کہا، پہلی تجویز تو یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہوجائیں کیونکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کے بارے میں ہماری کتاب تورات میں تذکرہ ہے جن کے بارے میں انبیاء کرام بشارت دیتے ہوئے آئے ہیں اور ہم آج تک اُن کی مخالفت صرف حسد کی وجہ سے کرتے رہے ہیں اب وقت ہے کہ اس اللہ کے نبی پر ایمان لے آؤ جان، مال، عزت آبرو سب کچھ بچ جائے گا بلکہ دولتِ ایمان بھی نصیب ہو جائے گی میں تو اس معاہدے کو ہرگز نہیں توڑتا مگر اس بدبخت حیی بن اخطب کی نحوست نے ہمیں اس مصیبت میں ڈال دیا۔

یہودیوں نے کہا، ہم ایمان تو کسی قیمت پر نہیں لائیں گے تم دوسری تجویز بتاؤ۔

کعب نے کہا، دوسری تجویز یہ ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو قتل کرڈالو اور پھر مقابلے کے لئے اتر جاؤ جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔

یہودی کہنے لگے ان عورتوں اور بچوں کا کیا قصور؟ ہم انہیں بغیر کسی وجہ کے موت کے گھاٹ اُتار دیں یہ کوئی انسانیت ہے تم تیسری تجویز پیش کرو۔

کعب نے کہا، تیسری تجویز یہ ہے کہ آج ہفتہ کی رات ہے اور مسلمان جانتے ہیں کہ یہودی ہفتہ کو جنگ نہیں کرتے وہ ہماری طرف سے غافل ہوں گے لہٰذا آج ہفتہ کے دن اُن پر حملہ کردو وہ ہماری طرف سے غافل ہوں گے ہم انہیں شکست دے دیں گے۔

انہوں نے اپنے سردار سے کہا کہ تو ہمیں ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کا درس دے رہا ہے تجھے معلوم نہیں کہ جن لوگوں نے ہفتہ کے دن کی بے حرمتی کی تھی اُن کا کیا انجام ہوا تھا؟ انہیں بندر بنادیا گیا تھا اور وہ سب تین دن میں ہلاک ہو گئے تھے۔

ان کے سردار کعب نے کہا، تم ہمیشہ گومگو کی کیفیت کے عالم میں رہتے ہو کسی چیز کے بارے میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت تم میں نہیں۔

ابو لبابہ کی توبہ

بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ جاری تھا اور یہودیوں نے اپنے سردار کعب بن اسد کی تینوں تجاویز کو بھی مسترد کر دیا تھا۔

یہودیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ابو لبابہ بن منذر کو ان کے پاس بھیجا جائے۔

حضرت ابو لبابہ انصاری صحابی تھے اور اسلام سے پہلے ان کے بنو قریظہ سے بہت اچھے تعلقات بھی رہے تھے۔

یہودیوں نے انہیں اس لئے بلایا تا کہ ان سے مشورہ کریں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو لبابہ سے فرمایا کہ تمہارے حلیف تمہیں بلا رہے ہیں تم ان کے پاس جا سکتے ہو۔

حضرت ابو لبابہ بنو قریظہ کے قلعے میں جب پہنچے تو اُن کی عورتیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں بچے اپنی ماؤں کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے اور مکار یہودی بھی بھولی شکلیں بنائے کھڑے تھے۔

اُن کی اس حالت کو دیکھ کر اُن کا دل پسیج گیا یہودیوں نے اُن سے کہا کہ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا فیصلہ مان لیں۔

ابو لبابہ نے زبان سے تو کہا ہاں!

مگر بے اختیار اُنہوں نے اپنی انگلی کا اشارہ اپنے حلق کی طرف کر دیا یعنی وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔

اشارہ تو کر دیا مگر فوراً ہی انہیں احساس ہوا کہ یہ میں کیا کر بیٹھا ہوں اس طرح تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیانت کر بیٹھا ہوں اس بات پر اس قدر نادم ہوئے کہ بجائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ مسجدِ نبوی کی طرف چلے گئے اور خود کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا جب تک مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں کھولیں گے میں اس ستون سے یوں ہی بندھا رہوں گا یعنی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا تو میں خود کو آزاد کروں گا ورنہ نہیں اور آئندہ بنو قریظہ کے یہاں کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔

وہ مسلسل چھ دن اور چھ رات اس ستون سے بندھے رہے ان کی بیوی انہیں نماز کے اوقات میں کھول دیتی اور نماز ادا کرنے کے بعد باندھ دیتی تھیں۔

جب کئی دن گزر گئے اور ابولبابہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر نہیں ہوئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کیا بات ہے ابولبابہ نظر نہیں آ رہے ہیں صحابہ کرام نے اُن کا سارا ماجرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ غلطی کرنے کے بعد سیدھا میرے پاس حاضر ہو جاتا تو میں اللہ سے اُس کیلئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے یہ راستہ خود اختیار کیا ہے تو میں اس وقت تک اس کو نہیں کھولوں گا جب تک اللہ اس کی توبہ کو قبول نہ فرمالے۔

ابولبابہ کی توبہ سچی توبہ تھی سخت نادم تھے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

ایک رات اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں سحری کا وقت تھا اُمّ سلمہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو ہمیشہ اسی طرح ہنساتا رہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔

حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو یہ خوشخبری انہیں سنادوں اس وقت تک پردے کے احکامات نہیں آئے تھے۔

حضرت اُمّ سلمہ نے حجرہ کے دروازے پر آکر کہا ابولبابہ تمہیں مبارک ہو تمہاری توبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قبول کر لی ہے۔

یہ آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی اور دوڑتے ہوئے آئے تاکہ حضرت ابولبابہ کی زنجیروں کو کھول دیں۔

لیکن حضرت ابولبابہ نے فرمایا کہ خدارا مجھے کوئی نہ کھولے اب تو مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کھولیں گے۔

پھر فجر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی ادائیگی کیلئے مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے زنجیر کھول کر آزاد کیا۔

جنگی مجرموں کا انجام

بنو قریظہ کیونکہ جنگی جرائم میں ملوث پائے گئے تھے اور عین موقع پر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی تھی۔

یہودیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم سعد بن معاذ کو حکم مقرر کرتے ہیں۔

حضرت سعد غزوہ خندق میں تیر لگنے کے باعث زخمی ہو چکے تھے۔ لہٰذا قبیلہ اوس کے کچھ نوجوان انہیں لے کر آئے اور اُن سے کہنے لگے بنو قریظہ کے یہودی ہمارے پرانے حلیف ہیں کچھ آسان فیصلہ کرنا۔

حضرت سعد نے جواب دیا۔

اب سعد کیلئے وہ وقت آگیا ہے جب اللہ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اُسے متاثر نہیں کر سکتی۔

جب حضرت سعد کی سواری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے قریب پہنچی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں موجود لوگوں سے کہا اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت سعد کو اُتارا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد !ان کے بارے میں فیصلہ کرو۔

انہوں نے عرض کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اُن کے بارے میں فیصلہ کرو۔

سعد نے اپنی قوم سے پوچھا کہ جو میں فیصلہ دوں گا تمہیں منظور ہو گا؟

انہوں نے کہا بے شک منظور ہو گا۔

آپ نے فرمایا میرا فیصلہ تو یہ ہے کہ ان کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کے مال و دولت اور جائیداد کو مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دیا جائے۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے سعد! تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے۔

یہ وہی یہودی تھے جن کے پاس جب حضرت سعد تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے مسلمانوں کو گالیاں بکیں تھیں اور مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کرنے کی تیاری کی تھی تا کہ مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو اپنا غلام بنالیں اور دوسری طرف مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلم نوجوانوں کا خون بہانے کا مکمل منصوبہ تیار کر رکھا تھا۔

پھر حضرت سعد کے فیصلے کے مطابق بنو قریظہ اپنی غداری کی وجہ سے اپنے انجام کو پہنچے۔

معاہدہ حدیبیہ

مہاجرین وانصار کیلئے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ ہمیشہ ہی سے اہمیت کا حامل رہا۔ اُن کی بڑی خواہش تھی کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کریں اور اکثر وبیشتر وہ اپنے اس شوق کا اظہار بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کرتے رہتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبر کی تلقین کے ساتھ فرماتے اور یقین دلاتے کہ بس وہ وقت قریب آنے والا ہے جب تم بیت اللہ کی زیارت کروگے اور تمہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔

ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اُس خواب میں دیکھا کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہورہے ہیں۔

صحابہ کرام جو عرصہ سے بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے مچل رہے تھے اُن کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہی اور انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء کے نعرے بلند کئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کا خواب عام آدمی کے خواب کی طرح نہیں ہوتا بلکہ نبی کا خواب سچا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے سفر کی تیاری شروع کردی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ کی جانب عمرہ کیلئے روانہ ہوگئے۔

قریش کو جب خبر ملی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ تشریف لارہے ہیں تو اُن کے اوسان خطا ہوگئے کہ کہیں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھی مکہ پر قبضہ تو نہیں کرنا چاہتے لہٰذا اپنے اندیشوں کی بنیاد پر انہوں نے یہ طے کرلیا کہ ہم کسی بھی قیمت پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

قریش نے تین سفیر بھی بھیجے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ ہمارا مقصد جنگ نہیں ہے ہم احرام باندھے ہوئے ہیں قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں کیا اس حالت میں ہم تم سے جنگ کیلئے آتے؟

مکہ کے سفیر بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے واپس جاکر قریش کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کا مقصد صرف عمرہ کی ادائیگی ہے وہ جنگ کے مقصد سے نہیں آئے ہیں۔

لیکن قریش کچھ بھی نہیں سننا چاہتے تھے اُن کی بس یہ خواہش تھی کہ یا تو مسلمان یہاں سے واپس چلے جائیں یا پھر کسی طرح اُن سے جنگ چھیڑ دی جائے۔

لیکن مسلمانوں کی امن پسندی اور صبر وضبط کی وجہ کسی قسم کی اشتعال انگیزی کو ہوا نہ مل سکی۔

قریش کی اشتعال انگیزی کی سازش ناکام ہوگئی۔

قریش مکہ کے سفیر مسلمانوں سے متاثر اور مطمئن ہوکر جاتے مگر قریش کو مطمئن نہیں کرپاتے یا پھر قریش مطمئن نہیں ہونا چاہتے تھے۔

سفیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قریش کے سفیر خود تو مطمئن ہو جاتے مگر اپنی قوم کو مطمئن نہیں کر پاتے تھے حالات ویسے کے ویسے ہی تھے لہٰذا اس صورتحال میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کے سرداروں کے پاس بھیجا تا کہ یہ اہل مکہ کی غلط فہمی کو دور کر سکیں اور مکہ میں موجود جو مسلمان کفار کے ظلم و ستم کو سہہ رہے ہیں ان کو یہ خوشخبری بھی دے دیں کہ مکہ عنقریب فتح ہو گا اور یہ ظلم و ستم کی طویل رات ختم ہو جائے گی۔

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کیلئے روانہ ہو گئے اور قریش کے سرداروں سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ ہم صرف عمرہ کی ادائیگی کیلئے یہاں آئے ہیں اور چند دن قیام کے بعد یہاں سے واپس مدینے چلے جائیں گے ہمارا مقصد تم سے جنگ کرنا نہیں ہے نہ ہمارے پاس ہتھیار ہیں اور نہ ہی دیگر ساز و سامان جو جنگ کیلئے ضروری ہوتا ہے ہمارے پاس تو صرف قربانی کے اونٹ ہیں۔

لیکن قریش کے سردار اپنی ضد پر اڑے رہے اور کہنے لگے اس سال تو تم لوگ عمرہ نہیں کر سکتے لیکن اگلے سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے کیونکہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

طوافِ کعبہ کی پیش کش

مشرکین مکہ نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مذاکرات کیلئے اپنے پاس روک لیا تا کہ بات چیت کا سلسلہ جاری رہ سکے اور سیّدنا عثمان غنی کو کہا کہ ہم کسی اور کو تو طواف کی اجازت نہیں دے سکتے لیکن اگر تم چاہو تو تم کو ہم طواف کی اجازت دیتے ہیں تم ہمارے مہمان بھی ہو لہٰذا تم کعبہ کا طواف کر سکتے ہو۔

مشرکین مکہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ سیّدنا عثمان اُن کی یہ پیش کش سن کر نہ صرف اُن کے احسان مند اور ممنون ہوں گے بلکہ فوراً ہی کعبہ کے طواف کیلئے بیت اللہ کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔

لیکن وہ حیران رہ گئے جب سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

میں اُس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تم میرے محبوب اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کریں گے۔

بیعتِ رضوان

قریش کے سرداروں نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں بات چیت کیلئے روک لیا تھا۔

ادھر یہ افواہ پھیل گئی کہ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفارِ مکہ نے شہید کر دیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جب تک ہم عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لیں یہاں سے نہیں جائیں گے۔

صحابہ کرام جوق در جوق آتے اور بیعت کرتے کہ خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہم جان دے دیں گے بھاگیں گے نہیں سر کٹا تو دیں گے مگر سر جھکائیں گے نہیں۔

جب تمام صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کرلی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا:

اے اللہ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل کیلئے گیا ہوا ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب کے علم سے نوازا ہے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے تھے کہ سیّدنا عثمان کی شہادت کی خبر صحیح نہیں ہے۔ اسلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اس بیعت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ کافروں کو اندازہ ہو جائے اور وہ مسلمانوں کی امن پسندی کو کمزوری گمان نہ کریں۔

اس بیعت کی خبر جب قریشِ مکہ کے سرداروں تک پہنچی تو وہ حیران و پریشان ہو گئے اور اُن کی ساری چالاکی اور مکاری رفوچکر ہو گئی اور وہ مذاکرات کیلئے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔

لہٰذا انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بات چیت کیلئے بھیجا۔

سہیل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات چیت کیلئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔

صلح حدیبیہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بات چیت کیلئے سہیل بن عمرو پہنچ گیا تو بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا اور درج ذیل معاہدہ تحریر کیا گیا۔

۱۔ کہ فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔

۲۔ لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔

۳۔ جس قبیلے کی مرضی ہو وہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معاہدہ کر سکتا ہے اور جس کی مرضی ہو وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرلے۔

۴۔ اگر مکہ سے کوئی شخص اسلام قبول کر کے مدینے جائے گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے واپس کر دیں گے۔

۵۔ لیکن اگر کوئی شخص مدینے سے واپس مکہ آجائے تو قریش اُسے واپس نہیں کریں گے۔

۶۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس سال اپنے ساتھیوں سمیت واپس مدینے چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کی ادائگی کیلئے آئیں گے اور مکہ میں تین دن قیام کریں گے اور اس دوران سوائے تلوار کے اور کوئی اسلحہ ان کے پاس نہیں ہو گا اور تلوار بھی نیام میں ہو گی۔

یہ معاہدہ لکھ کر اس کی ایک نقل سہیل بن عمرو کو دے دی گئی۔

عرب کے ایک قبیلے بنو خزاعہ نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں بنو بکر نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔

(سہیل بن عمرو بعد میں اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے تھے)۔

توہین نامہ اقدس کی سزا

صلح حدیبیہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کیلئے دنیا بھر میں بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے۔

اس وقت کی دو عالمی طاقتیں قیصر و کسریٰ کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی اور کسریٰ جو فارس کا بادشاہ تھا اس کے پاس بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط دے کر اپنے قاصد کو روانہ کیا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا:

یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے شاہ ایران کسریٰ کے نام ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

میں تمہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو شخص زندہ رہے اُسے بروقت انجام سے آگاہ کروں اور کافروں پر حجت تمام ہو جائے۔

پس تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اگر تم اسلام لانے سے انکار کرو گے تو تمام مجوسیوں کی گمراہی اور کفر کا گناہ بھی تمہارے ہی اوپر ہو گا۔

خط کا مضمون سن کر وہ مغرور بادشاہ آپے سے ہی باہر ہو گیا اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط لے کر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ میرا غلام ہو کر مجھے اس نے اس طرح خط لکھنے کی ہمت کیسے کی۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔

کسریٰ نے خط پھاڑنے کے بعد اپنے سیکریٹری سے کہا کہ یمن میں موجود یمن کے گورنر باذان کو خط لکھو اور اُس سے کہو کہ اس شخص کو جس نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہتھکڑی لگا کر فوراً میرے سامنے پیش کرو چنانچہ یمن کے گورنر باذان نے اپنے دو آدمی مدینے بھیجے۔

جب باذان کے یہ دونوں آدمی طائف سے گزرے تو وہاں قریش مکہ کے سردار آئے ہوئے تھے انہیں جب ان دونوں نے ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو یہ بڑے خوش ہوئے کہ چلو اب مزہ آئے گا اب ان کی ٹکر کسریٰ سے ہوئی ہے اب ان کا خاتمہ زیادہ دور نہیں ہے۔

باذان کے یہ دونوں نمائندے مدینے پہنچ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان کے رہنے اور کھانے پینے کا انتظام فرمایا۔ دوسرے دن باذان کے دونوں نمائندے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

اُن میں سے ایک نمائندے نے اپنی گفتگو کا آغاز اس طرح کیا کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ نے ہمارے گورنر کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کو پکڑ کر اس کے سامنے پیش کریں۔

چنانچہ ہم آپ کو لینے آئے ہیں اگر آپ ہمارے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہیں تو ہمارے گورنر باذان کسریٰ سے سفارش کریں گے کہ آپ کو کچھ نہ کہا جائے بلکہ آپ کو کچھ عطا بھی کر دیا جائے۔

اور اگر آپ نے اس سے انکار کر دیا تو آپ جانتے ہیں کہ کسریٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو تباہ وبرباد کر دے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باذان کے نمائندوں کی دھمکی آمیز گفتگو سنی اور مسکرا دیئے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ جانے کیلئے تیار نہیں تو ہمارے گورنر باذان کے نام کوئی خط لکھ دیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اب جاؤ آرام کرو کل پھر ملاقات ہوگی۔

رات کو جبریل امین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس کسریٰ پرویز پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے بیٹے کو مسلط کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ نے کسریٰ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے۔

دوسرے دن باذان کے نمائندے جب دوبارہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ اپنے صاحب "باذان" کو بتاؤ کہ فلاں فلاں تاریخ کو شہنشاہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور اقتدار اب اس کے بیٹے کے ہاتھ آگیا ہے۔

وہ دونوں حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ربّ نے اس کے رب کسریٰ کو قتل کر ڈالا ہے۔

انہوں نے کہا ہم ابھی باذان کو خط لکھ دیتے ہیں۔

فرمایا ہاں!

اور اُس کو میری طرف سے یہ خبر بھی پہنچا دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں سے آگے گھوڑے اور اونٹ کے قدم نہیں جاسکتے۔

اور اُسے میری طرف سے کہنا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہارے پاس ہی رہنے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم کا بادشاہ بنا دوں گا۔

باذان کے قاصد واپس باذان کے پاس پہنچے اور اُسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔

باذان نے کہا کہ یہ گفتگو کسی بادشاہ کی نہیں لگتی بلکہ یہ اندازِ کلام نبی ہی کا ہو سکتا ہے اگر اُن کی بتائی ہوئی یہ خبر سچ نکلی تو سب بادشاہوں میں مَیں سب سے پہلے ایمان لاؤں گا۔

کچھ ہی دِنوں کے بعد شیرویہ کا خط باذان کو موصول ہو گیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر دیا ہے لہٰذا تم مجھے کسریٰ تسلیم کرو۔

یہ خط پڑھنے کے بعد باذان کو یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اور اس کے ساتھ دیگر لوگ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

اور پھر عہدِ فاروقی میں کسریٰ کی حکومت روئے زمین سے مٹا دی گئی اور کسریٰ کے علاقوں، ملکوں اور محلات پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

قیصرِ روم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نامہ اقدس قیصر روم کی جانب بھی روانہ فرمایا۔

قیصر روم ہرقل نے جب وہ خط پڑھا تو جلال نبوت سے کانپ اُٹھا اُس نے اپنے وزراء سے کہا کہ اگر عرب سے کچھ لوگ ہمارے یہاں آئے ہوئے ہوں تو انہیں تلاش کرو اور انہیں میرے پاس یہاں لے آؤ۔

صلح حدیبیہ کے بعد دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے کے سبب راستے مکمل طور پر پُر امن ہو چکے تھے اور آمدورفت میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔

مکہ کے تاجروں کا بھی ایک قافلہ بیت المقدس کی جانب گیا ہوا تھا جس کی سربراہی ابو سفیان کر رہے تھے۔ حکام نے اُن کو لیا اور قیصر روم ہرقل کے دربار میں لا کر کھڑا کر دیا۔

قیصر نے ابو سفیان سے پوچھا (ابو سفیان نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا)۔

ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا کہ جس شخص نے عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کا کوئی قریبی عزیز یہاں موجود ہے۔

ابو سفیان:۔ میں ہی اُن کا قریبی رشتہ دار ہوں۔

ہرقل:۔ اُن کا تعلق کس خاندان سے ہے؟

ابو سفیان:۔ اُن کا تعلق عرب کے سب سے شریف اور اعلیٰ ترین خاندان بنو ہاشم سے ہے۔

ہرقل:۔ بے شک اللہ کے رسول ایسے ہی اعلیٰ نسب ہوتے ہیں۔

ہرقل:۔ کیا اُن کے خاندان میں پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابو سفیان:۔ نہیں اُن سے پہلے کسی نے بھی اُن کے خاندان میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

ہرقل:۔ اُن پر جو لوگ ایمان لائے وہ امیر ہیں یا غریب۔

ابو سفیان:۔ ان پر جو لوگ ایمان لائے وہ غریب و کمزور ہیں۔

ہرقل:۔ رسولوں کے پیروکار ابتداء میں غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ! کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد کم ہو رہی ہے یا بڑھ رہی ہے؟

ابو سفیان:۔ اُن کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔

ہرقل:۔ ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ مکمل ہو جائے۔

اچھا یہ بتاؤ! کہ کیا کوئی اُن کے دین کو قبول کرنے کے بعد واپس اپنے آبائی مذہب کی طرف پلٹتا ہے؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ہرقل:۔ ایمان کا یہی حال ہے جب اُس کی مٹھاس اور حلاوت انسان کو حاصل ہو جائے تو وہ پھر نکلتی نہیں ہے۔

اچھا یہ بتاؤ! کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں؟

ابوسفیان:۔ ہرگز نہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اُنہیں سب صادق وامین کے لقب سے پکارتے ہیں۔

ہرقل:۔ کیا کبھی انہوں نے معاہدہ کر کے معاہدہ کو توڑا؟

ابوسفیان:۔ نہیں۔

ہرقل:۔ وہ تمہیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

ابوسفیان:۔ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں، نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، صدقہ دیں، سچ بولیں، عفت وصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

ہرقل اُس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر حضرت دحیہ کلبی کو ایک طرف تنہائی میں لے گیا اور کہنے لگا کہ بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سچے رسول ہیں ہماری کتابوں میں ان کی تمام صفات موجود ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ایمان لے آیا تو رومی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

صغاطر کا اعلانِ حق

سلطنت روم میں عیسائیوں کا ایک بہت بڑا عالم صغاطر رہا کرتا تھا اس کی عیسائی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور اس کے بڑے عقیدت مند تھے قیصر روم ہرقل نے اپنا خط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر حضرت دحیہ کو دیا اور کہا کہ اس خط کو لے جاکر صغاطر کو دے دو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے بھی تم اُس سے بات کرنا۔

حضرت دحیہ صغاطر کے پاس گئے اور اُسے قیصر روم ہرقل کا خط دیا اور ساتھ ہی اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق تفصیل کے ساتھ گفتگو کی۔

صغاطر نے حضرت دحیہ کی گفتگو بڑے غور سے سنی اور حضرت دحیہ سے کہا کہ آپ نے جس طرح تذکرہ کیا ہے ہماری مقدس کتابوں میں نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ بالکل ایسے ہی موجود ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

پھر وہ حضرت دحیہ کے پاس سے اُٹھ کر کلیسا میں گیا اور تمام عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے میرے رومی بھائیو! کان کھول کر سن لو میرے پاس احمد عربی کے بارے میں خط آیا ہے اُس خط میں انہوں نے ہمیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے ان کی رسالت آفتاب سے زیادہ روشن تر ہے۔ اُٹھو سب کہو اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب عیسائیوں نے یہ دیکھا کہ ہمارا اتنا بڑا عالم یہ کہہ رہا ہے تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس پر اتنے تیر چلائے کہ وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔

حضرت دحیہ وہاں سے بچتے بچاتے واپس قیصر روم ہرقل کے پاس پہنچ گئے اور اُسے وہاں پیش آنے والی ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

ہرقل نے حضرت دحیہ سے کہا کہ صغاطر اہل روم کے نزدیک مجھ سے کہیں زیادہ محترم اور معزز تھا اور اہل روم اس کی مجھ سے زیادہ تکریم کیا کرتے تھے جب انہوں نے اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو معلوم نہیں کہ یہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

بغیر نماز کے جنتی

ایک عجیب ہل چل مچی ہوئی تھی یہودیوں کی اکثریت خیبر میں جمع ہو چکی تھی اور اب مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کی جارہی تھی لیکن اسلام کے شاہین سو نہیں رہے تھے بلکہ وہ بیدار تھے اور اس سے پہلے کہ یہودیوں کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتا مجاہدین اسلام نے خیبر کا محاصرہ کر لیا۔

خیبر کے یہودی تو پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف پر تول رہے تھے لیکن جیسے ہی مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا اُن کے اوسان خطا ہو گئے لیکن ہتھیار سجا کر مقابلے کیلئے نکلنے لگے۔

اہل خیبر میں یہودی سردار کا ایک حبشی غلام بکریوں کا ریوڑ چرایا کرتا تھا اس نے جب قلعہ کے یہودیوں کو ہتھیاروں سے لیس ہوتے دیکھا تو اُس نے اُن یہودیوں سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟

یہودیوں نے کہا ہم اس شخص سے جنگ کرنے جارہے ہیں جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔

جب اُس حبشی غلام نے اُن یہودیوں کے منہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ سنا تو اُس نے اپنا بکریوں کا ریوڑ سنبھالا اور انہیں چرانے کیلئے باہر نکل گیا۔

اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھنے لگا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟

اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

آقائے دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔

اس حبشی غلام نے کہا کہ اگر میں ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو پھر تمہیں جنت ملے گی۔

وہ شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور عرض کرنے لگا:

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ایک ایسا شخص ہوں جس کا رنگ سیاہ ہے میرے پاس سے بدبو آرہی ہے اور نہ میرے پاس مال و دولت ہے اس عالم میں اگر ان یہودیوں سے جنگ کروں اور قتل کر دیا جاؤں تو جنت میری منتظر ہو گی؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک۔

اس نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ یہودیوں کی بکریاں میرے پاس ہیں ان کے ساتھ کیا کروں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو قلعے کی طرف ہانک دو، اللہ تمہاری طرف سے یہ امانت ادا فرمادے گا۔

اس نے ایسا ہی کیا اور تمام بکریاں قلعے کی جانب ایسے ہی جا رہی تھیں جیسے کہ اُن کو کوئی چرواہا ہانک رہا ہو۔

اس کے بعد وہ شخص یہودیوں سے میدان میں جا کر لڑنے لگا یہاں تک کہ ایک ظالم کے تیر نے اس پُر خلوص حبشی غلام کی جان لے لی۔

شہادت کے بعد سلمان اس حبشی غلام کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے حبشی غلام! تیرے چہرے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوبصورت بنادیا ہے تیری بدبو کو خوشبو سے بدل دیا ہے اور تیرے مال کو بڑھادیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے دو حوروں کو دیکھا کہ اس کے چہرے پر لگی گرد وغبار کو جھاڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس شخص کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا اور اس شخص کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا ہے۔

یہ تھا وہ مسلمان جس نے اسلام قبول کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیا گیا جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنتی ٹھہر گیا۔

خالد بن ولید کا قبولِ اسلام

چٹان کے ٹیلے پر بیٹھا نوجوان بہت دیر سے گہری سوچ میں تھا۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کفار پر یقیناً غالب آجائیں گے اس کے بعد میرا مستقبل کیا ہوگا؟

اگر میں حبشہ گیا تو وہاں کا بادشاہ نجاشی تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہے اگر میں قیصر روم ہرقل کے پاس جاتا ہوں تو مجھے یہودیت اور نصرانیت میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنا پڑے گا اور ہمیشہ عجمی لوگوں کا فرمانبردار بن کر زندگی گزارنا پڑے گی۔

کروں تو آخر کیا؟ کسی بھی ایک نکتہ پر اس کی سوچ نہیں ٹھہر رہی تھی۔

یہ نوجوان کوئی اور نہیں حضرت خالد بن ولید تھے جنہوں نے اسلام قبول کر کے تاریخ عالم میں لازوال کارنامے انجام دیئے۔

حضرت خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید اسلام قبول کر چکے تھے اور اب صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرہ کرنے کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ آئے ہوئے تھے۔

مکہ پہنچ کر ولید بن ولید نے خالد بن ولید کو بہت تلاش کیا مگر جب تلاش کے باوجود حضرت ولید بن ولید کی خالد بن ولید سے ملاقات نہ ہو سکی تو انہوں نے خالد بن ولید کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے خالد بن ولید کو اسلام کی دعوت دی۔

حضرت خالد بن ولید کی یہ خط پڑھتے ہی اسلام کے خلاف اُن کے سینے میں موجود ساری عداوت ختم ہوگئی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور مدینے کی جانب روانہ ہوگئے۔

مدینے کی سرحد پر ہی بھائی ولید بن ولید سے ملاقات ہوگئی انہوں نے کہا بھائی جان جلدی کرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارا ہی انتظار کر رہے ہیں۔

بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے اور حضرت خالد بن ولید با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے: "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ"۔

عالمی طاقتوں کی پریشانی

اسلام تیزی سے عرب کی سرزمین پر اپنی کرنوں کو پھیلا رہا تھا مشرکین مکہ تیزی کے ساتھ پسپا ہوتے جارہے تھے اور تو اور حجاز میں موجود یہودی قبائل بھی مسلسل شکست کھارہے تھے۔

اس وقت دنیا کی دو عالمی طاقتیں جنہوں نے عرب کے خطہ کو کبھی اس قابل بھی نہیں سمجھا تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر اُن کی ساری توجہ اسلام کی جانب لگی ہوئی تھی اُن کی آپس کی دشمنی ختم ہوچکی تھی اور وہ اسلام کے خلاف ایک معرکہ کی تیاری شروع کررہے تھے۔

شام یمن اور وہ علاقے جو روم کی سرحد کے ساتھ لگتے تھے لوگ تیزی کے ساتھ اسلام قبول کر رہے تھے عیسائیوں کا اس تیزی کے ساتھ اسلام قبول کرنا وہاں کے پادریوں اور حکمرانوں دونوں ہی کو ناگوار گزر رہا تھا۔

قیصر روم ہرقل نے جس شخص کو شام کا گورنر مقرر کر رکھا تھا اس نے اپنے علاقے میں یہ اعلان کر دیا کہ اگر کسی شامی عرب نے اسلام قبول کیا تو اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔

اسلام کے راستے کو روکنے کیلئے قیصر و کسریٰ کی خفیہ طاقتیں سرگرم عمل ہوچکی تھیں۔

سفیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قتل

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے قاصد عرب کے آس پاس قائم ریاستوں کے سربراہوں کی طرف بھیجے تو بصریٰ کے حاکم جسے ہرقل نے گورنر مقرر کیا تھا اس کی طرف بھی بھیجا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قاصد کو اپنا نامہ اقدس دیکر روانہ فرمایا جس میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پیغام حضرت حارث بن عمیر لے کر بصریٰ کے گورنر کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستے میں انہیں قیصر کا رئیس شرجیل ملا۔

اُس نے ان سے پوچھا، تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟

حضرت حارث نے اُسے بتایا کہ

میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام جس میں اُسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی ہے لے کر بصریٰ کے حاکم حارث بن ابی شمر کے پاس جا رہا ہوں۔

یہ سنتے ہی شرجیل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس شخص کو رسیوں میں جکڑ دیا جائے اور اس کا سر دھڑ سے جدا کر دیا جائے۔ شرجیل کے حکم کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث کا سر قلم کر دیا گیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنے سفیر روانہ فرمائے تھے اُن میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوا تھا اور اس وقت بھی یہ قانون تھا کہ کوئی شخص کسی قاصد کو قتل نہیں کر سکتا تھا۔

شرجیل یہ ناقابلِ معافی جرم سر انجام دے چکا تھا اور شرجیل نے بلا اشتعال نبی اللہ کے سفیر کو قتل کیا تھا اور اب ضروری تھا کہ ان عالمی بدمعاشوں کی غنڈہ گردی کو لگام دی جائے۔

لشکرِ اسلام کی تیاری

سفیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت کے بعد اب عالمی غنڈوں کی بد معاشی کو لگام دینے کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر وہاں روانہ کیا اور فرمایا:۔

اس لشکر کے سپہ سالار زید بن حارثہ ہیں اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب اس لشکر کی کمان سنبھالیں اور اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ اس لشکر کی کمان سنبھالیں گے اور اگر یہ بھی راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کر لیں تو پھر مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں۔

اسلام کا پرچم حضرت زید کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے عطا فرمایا اور انہیں وصیت کی کہ سب سے پہلے حضرت حارث بن عمیر کے مزار پر حاضری دیں اور وہاں جتنے لوگ ہوں اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اگر وہ دعوتِ اسلام پر لبیک کہیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اُن عالمی بد معاشوں سے جنگ کریں۔

دوسری جانب دشمن کو بھی لشکرِ اسلام کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اور اس نے بھی اسلام کے غیور مجاہدین کی پیش قدمی روکنے کیلئے منصوبہ بندی شروع کر دی تھی۔

قیصر روم بھی اپنی ایک لاکھ کی فوج کے ساتھ بلقا کے مقام پر آخر خیمہ زن ہو چکا تھا۔

مسلمانوں نے اُن کی جنگی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے اپنی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا دو دن تک جنگی حکمتِ عملی طے کی جاتی رہی۔

ایک صحابیِ رسول نے فرمایا کہ ہم اس کی اطلاع بارگاہِ رسالت میں بھیج دیتے ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناسب خیال کریں تو مزید کمک روانہ فرما دیں ورنہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائیں گے اُس پر بلا چون چرا عمل کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی غیرتِ ایمانی اس کو برداشت نہ کر سکی آپ نے ایک جوشیلی تقریر کی:۔

اے قوم! بخدا جس کو اب تم ناپسند کر رہے ہو اسی کی طلب میں تم اپنے گھروں سے چلے تھے یعنی شہادت۔ ہم دشمنوں کے ساتھ تعداد، قوت اور کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کرتے بلکہ ہم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بھروسے پر اس کے دین کی سربلندی کیلئے اس کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اب دو نیکیوں میں سے ایک ہمیں ضرور نصیب ہو گی فتح یا شہادت۔

حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کی اس تقریر نے مجاہدین کے اندر حرارتِ ایمانی کو بھڑکا دیا۔

اور مسلمانوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

جنگ موتہ کا آغاز

لشکرِ اسلام اور رومی افواج ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو چکی تھیں جنگ کی آگ جل چکی تھی مسلمان مجاہدین رومی افواج کے ٹڈی دل لشکر پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ اسلام کے لشکر کی کمان کر رہے تھے اور جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا آپ بہادری سے دشمنوں کی صف اُلٹ رہے تھے۔

آخر کار اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس بندے کو منصبِ شہادت کیلئے چن لیا اور ایک کافر نے آپ کے سینے میں نیزہ مار کر آپ کو شہید کر ڈالا۔

اس سے پہلے کہ پرچم اسلام زمین پر گرتا جعفر بن ابی طالب نے اس پرچم کو مضبوطی سے تھام لیا اور دشمنِ اسلام کو اپنی تلوار کی نوک پر رکھ لیا دشمن آپ کی شجاعت پر حیران و پریشان تھے کہ ایک کافر نے آپ کے دائیں ہاتھ پر وار کیا جس میں آپ نے اسلام کے پرچم کو تھاما ہوا تھا ہاتھ کٹ کر دور جا گرا آپ نے اسلام کے پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا کافروں نے آپ کے بائیں ہاتھ پر بھی تلوار کا وار کر دیا لیکن آپ نے پرچم اسلام کو گرنے نہیں دیا بلکہ اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں اور سینے کے ساتھ مضبوطی سے چمٹا لیا۔

دشمن کی تلواروں تیروں اور نیزوں نے آپ کو گھائل کر دیا اس وقت ایک رومی نے تلوار کا وار کر کے آپ کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے اور پرچم اسلام کو تھام لیا اور لشکرِ اسلام کو دادِ شجاعت دیتے ہوئے یہ بھی منصبِ شہادت پر فائز ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نامزد تینوں سپہ سالار ایک کے بعد ایک منصبِ شہادت پر فائز ہو چکے تھے اب سب کی نظریں اپنے قائد کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

سب نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار چن لیا۔

آپ نے کہا بھی کہ مجھ سے کہیں زیادہ محترم و جلیل قدر بزرگ یہاں موجود ہیں لیکن مسلمانوں نے آپ پر ہی قیادت کی ذمہ داری سونپ دی۔

حضرت عبداللہ کی شہادت جس وقت ہوئی اس وقت مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور دونوں لشکر اپنے خیموں کی جانب لوٹ چکے تھے تاکہ کل صبح پھر تازہ دم ہو کر اپنے دشمنوں سے لڑ سکیں۔

دوسرے دن حضرت خالد بن ولید نے ایک جنگی چال چلتے ہوئے لشکرِ اسلام کی ساری ترتیب تبدیل کردی۔

دشمن جب سامنے آیا تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ نئے چہرے کہاں سے آگئے کل تو یہ چہرے نہیں تھے وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی پیچھے سے کمک آگئی ہے کل تو ان کا مقدمۃ الجیش اور قائد کوئی اور تھا اور آج کوئی اور ہے۔

حضرت خالد کی حکمتِ عملی نے رومی فوجیوں کو مرعوب کردیا اور اُن کا حوصلہ شکست کھا گیا اور پھر وہ اتنے بوکھلائے کہ میدانِ جنگ سے اُن کے قدم اُکھڑنے لگے۔

مسلمانوں نے ان کے بہت سے فوجی موت کے گھاٹ اُتار دیے اور مالِ غنیمت اپنے قبضہ میں لے لیا۔

پیغمبرِ اسلام کی نگاہ

مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل بہت دور اسلام اور کفر کا معرکہ ہو رہا تھا اور خالد بن ولید کی قیادت میں لشکرِ اسلام دشمنوں کی صفوں میں تباہی مچا رہا تھا اور ادھر مدینے میں موٴذنِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کرنے کیلئے اعلان کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں مسجدِ نبوی اہلِ ایمان سے بھر چکی تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جھڑنے لگی۔

اس عالم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے لوگو! میں تمہیں تمہارے غازیوں کے لشکر کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موتہ میں موجود تمام واقعات کو مسلمانوں کے سامنے بیان کیا۔

اور فرمایا:۔

اب خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بہترین بندے اور قبیلہ کے بہترین بھائی ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں کفار و منافقین کی سرکوبی کیلئے بے نیام کیا ہے پھر کچھ ہی دنوں کے بعد لشکرِ اسلام فتح یاب ہو کر مدینے واپس لوٹ گیا۔

قریش مکہ کی عہد شکنی

صلح حدیبیہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ چاہے مسلمانوں سے معاہدہ کرے اور جو چاہے مشرکین مکہ سے معاہدہ کرے تو بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا تھا اور بنو بکر نے قریش سے۔ معاہدہ کے بائیس ماہ کے بعد بنو بکر نے قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنو خزاعہ پر شب خون مارا، اور بنو خزاعہ کے لوگوں کو جب رات کے وقت وہ سوئے ہوئے تھے بے دریغ قتل کر دیا انہوں نے قتل کرتے ہوئے بوڑھے بچوں اور خواتین کے درمیان کوئی تمیز نہیں کی۔

بنو خزاعہ کے لوگ جان بچانے کیلئے حرم میں داخل ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حرم میں امان مل جائے گی۔

لیکن ان حملہ آوروں نے حرم کا بھی پاس نہ رکھا تو ان لوگوں نے ان حملہ آوروں سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور دیکھو کہ ہم حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔

تو ان میں سے ایک بدبخت نے کہا کہ آج کوئی خدا نہیں آج صرف انتقام کا موقع ہے۔

ان ظالموں نے بے دریغ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

المناک حادثہ کی اطلاع

جب بنو بکر قریشِ مکہ کے چند لوگوں کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ کا قتلِ عام کر رہے تھے تو مکہ سے ایک شخص نے پکارا:۔

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہماری فریاد کو پہنچیں۔

اور ادھر مدینے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سحری کے وقت تہجد کی نماز ادا کرنے کیلئے وضو فرما رہے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لبیك لبیك لبیك (میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں)۔

پھر فرمایا: نُصِرتَ نُصِرتَ نُصِرتَ (تمہاری مدد کی گئی تمہاری مدد کی گئی تمہاری مدد کی گئی)۔

حضرت عائشہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا اندر کوئی آدمی ہے جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا۔

پیارے بچو! یہ تھی ہمارے نبی کی شان کہ اگر انہیں کوئی دور سے بھی پکارے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے سنتے ہیں اور اُس کی مدد کو پہنچتے ہیں۔

کافر بھی جانتے اور مانتے تھے جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے:۔

"کافروں نے کہا کہ وہ سراپا کان ہیں"

یعنی دور و نزدیک سے یکساں سن لیتے ہیں اسی لئے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے عالم مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں ۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

غرض یہ کہ

تین دن کے بعد بنو خزاعہ کا ایک وفد مدینے پہنچا اور تمام حالات و واقعات آپ کے سامنے بیان کئے۔

جب وہ ساری داستان سنا چکے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگوں کی ضرور مدد کی جائے گی۔

قریشِ مکہ کی طرف قاصد کی روانگی

قریشِ مکہ کے چند لوگوں نے بنو بکر کے ساتھ مل کر عداوتِ اسلام میں مبتلا ہو کر دہشت گردی کر تو دی لیکن بعد میں بہت پچھتانے لگے ان کے دور اندیش لوگوں نے انہیں خوب جھڑکا اور انہیں بتایا کہ تم نے معاہدے کو توڑ ڈالا ہے۔

دوسری جانب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا قاصد قریشِ مکہ کے پاس روانہ فرمادیا اور قریشِ مکہ کو تین انصاف پسند تجاویز بھیج دی کہ وہ کسی ایک تجویز کو منظور کرلیں۔

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہادیں۔

۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہوجائیں۔

۳۔ یا پھر اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

یہ تین انصاف پسند تجویز لے کر قاصدِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

قریشِ مکہ اس وقت حرم شریف میں اپنی اپنی مجلس جمائے بیٹھے تھے قاصد نے جا کر ان کو بتایا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور تمہارے سامنے تین تجاویز پیش کرتا ہوں چنانچہ قاصد نے تینوں تجاویز اُن کے سامنے رکھ دیں۔

قریشِ مکہ تجاویز سن کر آپس میں مشورہ کرنے لگے انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے ان مقتولین کا خون بہادیا تو ہم اتنے کنگال ہوجائیں گے کہ ہمارے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں بچے گی لہٰذا یہ تجویز نہیں مانی جاسکتی۔

دوسری تجویز کہ بنو بکر سے تعلق ختم کردیں تو یہ بھی ہمارے لئے ممکن نہیں کیونکہ تمام عرب قبائل میں بنو بکر سب سے زیادہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں۔

تیسری تجویز کے اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے تو یہ تجویز ہمیں منظور ہے۔

لہٰذا ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

کہنے کو تو ان لوگوں نے کہہ تو دیا مگر بعد میں اپنی جلد بازی پر پچھتانے لگے کہ ہم نے یہ کیا کردیا۔

بستر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت

اس واقعے کے بعد قریش نے خجالت محسوس کی اور آخرکار انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ ابو سفیان تجدید صلح کیلئے مدینے جائیں گے۔

جب ابو سفیان مدینے آئے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی اُمّ المومنین اُمّ حبیبہ کے گھر تشریف لے گئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر اس وقت بچھا ہوا تھا۔

جب اُمّ حبیبہ کے والد ابو سفیان اس بستر پر بیٹھنے لگے تو اُم المومنین نے وہ بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا۔

ابو سفیان بولے، اے میری بچی! تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا، یا میں اس قابل نہیں کہ اس بستر پر بیٹھ سکوں۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ نے کسی ادنیٰ جھجک کے بغیر اپنے والد سے کہا:

یہ بستر اللہ کے پیارے رسول کا ہے اور تم مشرک ہو ناپاک ہو لہٰذا تم اس پر نہیں بیٹھ سکتے میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ تم اس بستر پر بیٹھو۔

ابو سفیان اپنی بیٹی کا ایمان افروز جواب سن کر حیران رہ گئے۔

حضرت اُمّ حبیبہ نے فرمایا، ابا جان! میں حیران ہوں کہ آپ مکہ کے سردار ہیں رئیس ہیں اتنی دانش اور فہم کے باوجود آپ نے اسلام قبول نہیں کیا اور آپ ابھی تک اُن اندھے اور بہرے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

ابو سفیان وہاں سے اٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابو سفیان نے پوری کوشش کی مگر ناکام ہو کر مکہ واپس لوٹ گئے۔

مکہ مکرمہ کی جانب روانگی

قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ ڈالا تھا اور بنو خزاعہ کے لوگوں کو بھی قتل کر دیا تھا اب ضروری تھا کہ مظلوموں کی امداد کی جائے اور بیت اللہ کو اُن آلائشوں سے پاک کیا جائے جنہیں مشرکوں نے اپنے بتوں سے آلودہ کر رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو طلب کیا۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دائیں جانب بٹھایا اور سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اُن پر حملہ کرنا مناسب نہیں وہ سب آپ کی قوم کے افراد ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر نے فرمایا، یہ بڑے ہی بدتمیز لوگ ہیں انہوں نے کون سا بہتان ہے جو آپ پر نہیں لگایا انہوں نے آپ کو ساحر کہا، مجنوں کہا اور وہ تمام الزامات جو کفار لگایا کرتے تھے ایک ایک کرکے گن دیئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اس دوران تمام صحابہ کرام جمع ہوچکے تھے آپ نے انہیں فرمایا میں تمہیں تمہارے ان دو صاحبوں کی مثال نہ بتاؤں۔

صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ضرور ارشاد فرمایئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدنا صدیق اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب دیکھا اور ارشاد فرمایا:۔

ابراہیم علیہ السلام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے معاملے میں گھی سے بھی زیادہ نرم تھے یہی حال ابوبکر کا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رُخِ انور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب پھیرا اور فرمایا:۔

نوح علیہ السلام، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے معاملے میں پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے یہی حال عمر کا ہے۔

اب تمام لوگ جنگ کیلئے تیار ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد کریں۔

ابو سفیان کی قسمت جاگ اٹھی

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینے سے روانہ ہوئے تو مکہ میں کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو سکی اور اہلِ مکہ بھی حدیبیہ کے معاہدے کو توڑنے کے بعد جانتے تھے کہ حضور مکہ ضرور آئیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی کوئی اطلاع کفارِ مکہ کو نہیں ملی تھی حالات کا جائزہ لینے کیلئے کفارِ مکہ نے ابو سفیان کو مقرر کیا اور اُن سے کہا کہ جب حضور سے ملاقات ہو تو سب کیلئے امان طلب کریں۔

ابو سفیان اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔

ابو سفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے آج تک ایسی رات نہیں دیکھی جس میں اس قدر آگ کے آلاؤ روشن ہوں۔

کیونکہ مسلمانوں نے خیمے لگا رکھے تھے اور روشنی کیلئے آگ کے آلاؤ روشن تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے ابو سفیان کی آواز پہچان لی۔

اور ابو سفیان کو آواز دی یا ابا حنظلہ! (ابو سفیان کی کنیت)۔

ابو سفیان نے بھی حضرت عباس کی آواز پہچان لی اور کہا یا ابا الفضل! کیا بات ہے؟

حضرت عباس نے کہا یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اپنے اصحاب کے ساتھ۔

اب تو قریش تباہ ہو جائیں گے۔ ابو سفیان نے سوچا۔

حضرت عباس نے کہا تم میرے پیچھے اس خچر پر بیٹھ جاؤ میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے چلتا ہوں اور تمہارے لئے امان طلب کر لیتا ہوں۔

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں ابو سفیان کو ساتھ لے کر چلا اور جب ہم کسی بھی آلاؤ کے پاس سے گزرتے تو میں ان سے کہتا کہ کیا تم نہیں دیکھتے یہ خچر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے تو وہ راستہ چھوڑ دیتے یہاں تک کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آلاؤ کے پاس سے گزرا۔ پھر حضرت عمر نے ابو سفیان کو پہچان لیا اور آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیمے کی طرف دوڑے تاکہ ابو سفیان کے قتل کی اجازت طلب کریں حضرت عباس نے بھی خچر کو ایڑ لگائی۔

حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ابو سفیان ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔

حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے اسے پناہ دی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا ابا الفضل! ابو سفیان کو اپنے خیمے میں لے جاؤ صبح میرے پاس لانا۔

دوسرے دن حضرت عباس ابو سفیان کو لے کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو سفیان سے کہا۔

کیا اب بھی تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ابو سفیان نے عرض کی میرے باپ آپ پر قربان میں خوب اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو اب تک یقیناً میرے کام آیا ہوتا۔

الغرض ابو سفیان نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

لشکرِ اسلام کی عظمت

۱۷/ رمضان ۸/ ہجری نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرالظہران سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے آپ نے سیّدنا عباس سے فرمایا کہ ابو سفیان کو کسی تنگ پہاڑی کے پاس روک لینا تاکہ وہ اسلامی لشکر کی قوت و طاقت کا مشاہدہ کر سکیں۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کو ایک پہاڑی کے پاس روک لیا کچھ ہی دیر بعد لشکرِ اسلام کے دستے وہاں سے گزرنے لگے ایک کے بعد ایک لشکرِ اسلام کا دستہ وہاں سے گزرنے لگا۔

ابو سفیان بڑی حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے بڑی حیرت کے ساتھ حضرت عباس سے پوچھا یا ابا الفضل! یہ سب قبائل تو کسی زمانے میں حضور کے دشمن ہوا کرتے تھے۔

حضرت عباس نے فرمایا ہاں! ایک وقت ایسا تھا مگر اب اللہ نے ان کے دلوں کو اسلام کے نور سے منور کر دیا ہے۔

ابوسفیان لشکرِ اسلام کے گزرتے ہوئے دستوں کو دیکھ رہے تھے ایک کے بعد ایک دستہ نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتا ہوا وہاں سے گزر رہا تھا۔

آخر ابوسفیان نے پوچھا یا ابا الفضل! کیا ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت پیچھے ہیں؟

حضرت عباس نے فرمایا ہاں اور جب وہ آئیں گے تو تم اس دستہ کی جرأت و ہمت اور شان و شوکت کو دیکھ کر عش عش کر اٹھو گے۔

اور پھر دور سے ایک سبز پوش دستہ آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگا جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے اس دستہ میں صرف مہاجرین و انصار تھے انصار کے ہر خاندان کو ایک ایک جھنڈا عطا کیا گیا تھا۔

عرب کے اصیل گھوڑوں پر مجاہدین بیٹھے ہوئے تھے جن کے جسم لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس دستہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کو عطا کیا تھا جب سعد بن عبادہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے:۔

کہ آج کا دن خون ریزی اور قتل وغارت گری کا دن ہے۔

آج حرم میں خون ریزی ہو گی آج قریش ذلیل ہوں گے۔

حضرت ابوسفیان نے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے سعد بن عبادہ کی بات سنی اور اُن کی بات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سعد نے غلط کہا آج کا دن رحمت کا دن ہے آج کا دن وہ ہے جب کعبہ کی عظمت ظاہر ہو گی اور آج کے دن قریش کو عزت حاصل ہو گی۔ (مفہوم)

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے پاس ایک شخص کو بلا بھیجا اور پھر اُن سے جھنڈا لے کر اُن کے صاحبزادے حضرت قیس کو دے دیا۔

اس طرح حضرت سعد کی اصلاح بھی ہو گئی اور اُن کے بیٹے کو جھنڈ اعطا کر کے اُن کی دلجوئی بھی فرمادی۔

ابوسفیان تیزی سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور اُن کے ساتھ ایک لشکر عظیم موجود ہے تم میں اُن کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔

اے مکہ کے لوگو! اس دینِ اسلام کو قبول کر لو !اسی میں خیر ہے اس میں دنیا کی بھلائی بھی اور آخرت کی بھلائی بھی۔

اور انہوں نے یہ کہا جو میرے گھر میں داخل ہو اس کو امان حاصل ہے۔

لوگوں نے کہا اے ابوسفیان! تمہارے گھر میں کتنے افراد داخل ہو سکیں گے۔

تو حضرت ابوسفیان نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کعبہ میں داخل ہو گیا اُسے امان ہے۔

جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور اپنا دروازہ بند کر لیا اُسے بھی امان حاصل ہے۔

جب حضرت ابوسفیان یہ اعلان کر رہے تھے تو اُن کی بیوی ہندہ بنت عتبہ وہاں موجود تھی اور ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ کر کہنے لگی اس چربی کے مٹکے کو قتل کر دو اس میں گھی بھرا ہوا ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں یہ قوم کا بدبخت پیشرو ہے جو قوم کے پاس خیر کی خبر لے کر کبھی نہیں آیا۔

ابوسفیان نے لوگوں سے کہا، اے لوگو! اس عورت کی باتوں میں نہ آنا ورنہ تباہ وبرباد ہو جاؤ گے۔

بتوں کی شکست

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو چکے تھے لوگوں کا ذوق وشوق دیکھنے کے لائق تھا دیواروں، چھتوں، گلیوں اور شاہراہوں پر لشکرِ اسلام کی جھلک دیکھنے کیلیے لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف لے گئے جس بت کی جانب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے وہ بت گر کر زمین بوس ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے سب سے بڑے بت ھبل کے پاس پہنچے تو آپ نے اس کی آنکھوں میں کچوکے دیتے ہوئے فرمایا:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آگیا باطل مٹ گیا اور بے شک باطل مٹنے ہی کیلیے تھا۔

عام معافی کا اعلان

سب لوگ مکہ کے جمع ہو چکے تھے صحن حرم بھرا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ بتاؤ اب میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

سب نے خوف اور اُمید کے ساتھ کہا:۔

ہم حضور سے خیر کی اُمید رکھتے ہیں۔

کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں گلیوں میں گھسیٹا۔

یہ وہی لوگ تھے جو مدینے کی چھوٹی بستی پر مسلمانوں کو کچلنے کیلئے آئے تھے۔

انہیں اب خوف محسوس ہو رہا تھا کیوں کہ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر اور مجنون کہا تھا۔

جنہوں نے تین سال تک آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے رکھا تھا۔

جنہوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔

انہیں اب کیوں خوف محسوس نہ ہوتا کیوں کہ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنی من مانی شرائط پر حدیبیہ کا معاہدہ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمرہ کی ادائیگی سے روک دیا۔

جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ سے خیر کی اُمید رکھتے ہیں تو آپ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

لوگوں نے جب یہ کرم نوازی اور رحمت دیکھی اور آپ کا حلم و عفو دیکھا تو لوگ والہانہ انداز میں آگے بڑھ بڑھ کر اسلام قبول کرنے لگے۔

اب وہی لوگ جو اسلام کو مٹانے کیلئے سازشیں کیا کرتے تھے اسلام کی سربلندی کیلئے اور غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے کا عہد کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اے گروہ قریش! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے دور کی رعونت اور آباؤ اجداد کے ساتھ فخر کو دور کردیا۔

تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ حجرات کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (پ۲۶۔ سورہ حجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور بنادیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور خاندان تاکہ تم
ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

حضرت عکرمہ کا قبولِ اسلام

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کرنے کے بعد چند افراد کے قتل کا حکم دیا تھا ان میں سے ایک ابن ابو جہل عکرمہ بھی تھے۔

جب اُن کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قتل کی بھی اجازت دے دی ہے تو یہ مکہ سے اس لئے نکل گئے کہ سمندر میں کود کر خود کو ہلاک کرلیں۔

عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی اُم حکم عکرمہ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور اپنے شوہر عکرمہ بن ابی جہل کیلئے امان طلب کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی التجا کو سنا اور قبول کیا عکرمہ اس وقت کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے راستے میں اس کشتی کو طوفان نے گھیر لیا۔

اس سے پہلے کہ کشتی ڈوبتی عکرمہ بن ابی جہل نے لات و ہبل کو پکارا کشتی والوں نے کہا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کو پکارو تمہارے یہ جھوٹے خدا تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔

حضرت عکرمہ نے کہا کہ جب سمندر میں یہ بت نہیں بچاسکتے تو خشکی پر ان کی شفاعت کس کام آسکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت عکرمہ نے دعا کی، اے اللہ! اگر تُو مجھے اس مصیبت سے بچالے تو میں تیرے رسول کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دوں گا۔

مجھے یقین ہے کہ میں اُنہیں معاف کرنے والا، بخشنے والا کریم پاؤں گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں نجات عطا کی اور یہ واپس آرہے تھے کہ ان کی بیوی بھی انہیں تلاش کرتے ہوئے ساحلِ سمندر تک جا پہنچی اور انہیں بتایا کہ میں نے تمہارے لئے اللہ کے رسول سے امان طلب کی تھی اور مجھے تمہارے لئے امان مل گئی ہے۔

حضرت عکرمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن پر بڑی شفقت فرمائی۔

اس کے بعد اسلام کی نصرت کیلئے حضرت عکرمہ نے وہ لازوال کارنامے انجام دیئے جو صرف آپ ہی کا حصہ ہیں۔

خالد بن ولید کی قیادت میں جو لشکر رومیوں سے مقابلے کیلئے نکلا تھا اس میں آپ نے دشمنوں کی صفوں میں تباہی مچادی مسلمان تو مسلمان رومی بھی اُن کی شجاعت اور بہادری کو دیکھ کر عش عش کر رہے تھے۔

کسی نے کہا، عکرمہ اپنی جان پر رحم کرو۔

آپ نے جواب دیا، جب میں بتوں کی خدائی کو بچانے کیلئے جنگ کرتا تھا تو میں نے کبھی پرواہ نہیں کی تھی آج تو میں حقیقی بادشاہ کے نام کو بلند کرنے کیلئے جہاد کر رہا ہوں۔

آپ بہادری و جوانمردی سے جب دشمن کی صفوں میں قیامت برپا کر رہے تھے تو رومیوں کے ایک بہت بڑے بطریق نے ایک نیزہ آپ کے سینے میں عین دل کے مقام پر گھونپا اور آپ شہید ہوگئے۔

سبق اسلام

جن لوگوں نے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کی کچھ ہی دنوں کے بعد انہوں نے اسی اسلام کے چراغ کو روشن کرنے کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

کعبہ کی چابی

مکہ فتح ہو چکا تھا لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے لیکن وہیں عثمان بن طلحہ کے سامنے ماضی کے سارے واقعات ایک ایک کر کے سامنے آ رہے تھے۔

عثمان بن طلحہ کعبہ کا کلید بردار تھا خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی اسی کے پاس ہوا کرتی تھی۔

اُسے وہ دن یاد آ رہا تھا جب ہجرت سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی تو اس نے کہا تھا:۔

آپ مجھ سے یہ اُمید کرتے ہیں کہ میں آپ کا لایا ہوا دین قبول کر لوں جبکہ آپ نے اپنے آباء کے دین کو ترک کر دیا ہے اور ایک نیا دین لے آئے ہیں۔

اُسے وہ منظر یاد آ رہا تھا جب وہ پیر اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتا تھا تو ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف لائے تو اس نے کس قدر بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے عفو و درگزر سے کام لیا تھا اور بڑی نرمی کے ساتھ اس سے فرمایا تھا:۔

اے عثمان! یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جب تُو دیکھے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا یہ عطا کروں گا۔

تو میں یہ بات سن کر بوکھلا گیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات ضرور پوری ہوتی ہے۔ میں نے کئی بار چاہا بھی کہ مدینے جا کر اسلام قبول کر لوں مگر میرے اس ارادے کی بھنک اور لوگوں کو بھی مل گئی اور میں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا۔ اور اب مکہ فتح ہو چکا تھا۔

اب کیا ہو گا؟ میں اسی سوچ میں مبتلا تھا کہ بارگاہِ رسالت سے عثمان بن طلحہ کا بلاوا آ گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی کنجی طلب کی۔

اور عثمان بن طلحہ نے وہ چابی ادب و احترام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کر دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عثمان تمہیں وہ دن یاد ہے جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔

عثمان بن طلحہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے یاد ہے آپ نے ایسا ہی فرمایا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ چابی عثمان بن طلحہ کو دوبارہ عطا کر دی اور فرمایا:۔

اے عثمان! یہ چابی صرف تمہیں نہیں دے رہا بلکہ قیامت تک تیرے آنے والی نسلوں کو دے رہا ہوں اور یہ چابی تم سے جو چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔

بت کدوں کی تباہی

مکہ فتح ہو چکا تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجاہدین کے مختلف دستے اس لئے تشکیل دیئے کہ وہ مفاد پرست لوگوں کی جانب سے بنائے گئے ان جھوٹے خداؤں کو تباہ و برباد کر دیں۔

قریش، بنو کنانہ اور مضر کے قبائل ایک عزیٰ نامی بت کی پرستش کیا کرتے تھے اور اس مندر کا جو پروہت تھا وہ بنی سلیم قبیلہ کے خاندان سے تھا۔ جب عزیٰ کے محافظوں کو خبر ملی کہ خالد بن ولید اس ہمارے خدا کو تباہ کرنے آرہے ہیں تو اس نے اپنی تلوار عزیٰ کی گردن میں لٹکادی اور اس سے کہا کہ

اے عزیٰ اس تلوار سے خالد پر ایسا وار کر کہ وہ بچ نہ سکے اور اگر تُو نے اس خالد کو قتل نہیں کیا تو سارے گناہ کا بوجھ تیری گردن پر ہو گا۔

حضرت خالد جب اس مکان کے پاس پہنچے جس میں عزیٰ کا بت نصب تھا تو آپ نے اس مکان کو گرادیا اور واپس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے پوچھا کہ تم نے کچھ دیکھا:۔

حضرت خالد نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے تو کوئی چیز نہیں دیکھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خالد دوبارہ جاؤ ابھی تم نے کچھ نہیں کیا۔

حضرت خالد دوبارہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک سیاہ فام عورت جس نے اپنے بال بکھیرے ہوئے تھے جو وہاں واویلا کر رہی تھی۔

اس پر حضرت خالد بن ولید نے اپنی تلوار کا وار کر کے یہ کہہ کر اس کو قتل کر ڈالا۔

اے عزیٰ میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تیری پاکی بیان نہیں کرتا میں نے دیکھ لیا کہ اللہ نے تجھے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔

پھر واپس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ گوش گزار کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یہی عزیٰ تھی اور کبھی اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔

شیطان کی چیخ

مکہ سے بتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا لوگوں کی عقیدتوں سے کھیلنے والے مذہبی پنڈتوں کی آخری رسومات ادا ہو چکی تھیں۔

فتح مکہ کے موقع پر شیطان نے ایک زوردار چیخ ماری۔ شیطان کے گھر میں کہرام مچ چکا تھا رونا پیٹنا جاری تھا۔

شیطان کی تمام اولادیں جن وانس سب کے سب شیطان کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔

اور اس سے پوچھا کہ کیا ہوا اے لعین اعظم؟ تم کیوں چیخے؟

شیطان نے کہا۔

اے میری اولاد! آج مکہ فتح ہو گیا ہے اب تم اس بات سے مایوس ہو جاؤ کہ تم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کو شرک کی طرف لوٹا دو گے۔

ھندہ کا قبولِ اسلام

مکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے عام معافی کا اعلان ہوچکا تھا عتبہ کی بیٹی ہندہ نے بھی اس پیغام کو سنا

یہ وہی ہندہ تھی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کروا کر اُن کی لاش کا مثلہ بنایا تھا

اور آپ کے جگر کو چبانے کی کوشش کی تھی اور سیّدنا حمزہ کے کان، ناک کاٹ کر اُن کی پازیبیں اور ہار بنائے تھے۔

اس عورت کا جرم ناقابلِ معافی تھا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بھی معاف فرمادیا۔

ہندہ اس عفو و درگزر کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئی کہ اس کے دل میں بتوں کی محبت نکل گئی اور اس نے اسلام کو قبول کرلیا

واپس گھر آکر ہندہ بنت عتبہ نے تمام بتوں کو حقارت کے ساتھ توڑ دیا۔

بتوں کو توڑنے کے ساتھ ساتھ وہ یہ کہتی رہتی تھیں:۔

اے بدبختو! ہم تمہارے بارے میں دھوکے میں مبتلا رہے ہیں۔ بعد میں حضرت ہندہ نے بکری کے دو بچے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی خدمت میں نذر کئے اور کہا کہ ہماری بکری بہت کم بچے دیتی ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی تو بکریاں بہت زیادہ ہوگئیں۔

جب کبھی محتاجوں کو یہ بکریاں دیتی تو کہتی کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے۔

تاریکی کے سوداگر

قریش مکہ کے قبولِ اسلام کی خبر نے عرب کے مشرک قبائل میں ایک ہل چل مچادی تھی۔ انسانوں کو اپنی غلامی میں رکھنے والے چند تاریکی کے سوداگر پنڈتوں کو بھلا یہ کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ اُن کی پروہت بشپ، مذہبی اجارہ داری، بتوں کے نام کے چڑھاوے جو انہیں میسر آتے ہیں ختم ہو جائیں۔

لوگوں کی جیبوں سے بتوں کی عقیدت کے نام پر جو لوگ اپنی عیاشی کا سامان کر رہے ہوں انہیں بھلا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا کہ لوگ بہت سے بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کے سامنے سر جھکانے لگیں۔

ان تاریکی کے سوداگروں نے اس صورتحال میں ایک اجلاس بلایا اور ان میں سے ایک شخص جس کا نام مالک بن عوف ہوازان تھا اُس نے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

اے بنو ہوازان کے لوگو! اگر اب بھی ہم اسلام اور پیغمبر اسلام سے نہ نبٹ سکے تو یاد رکھو اس کے بعد کوئی موقع نہیں آئے گا لہٰذا پوری قوت کے ساتھ اُن پر حملہ کر دیا جائے۔

بنو ہوازان کے سردار مالک بن عوف نے اسلام کے خلاف اس لشکر کشی میں دیگر قبائل کو بھی ساتھ ملالیا اور اسلام کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی گئی۔

مالک بن عوف نے حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنے ساتھ اپنے بچوں اپنی بیوی اور اپنے تمام مویشیوں کے ساتھ جنگ میں جائے گا تاکہ وہ ثابت قدم رہیں اور فرار کا منصوبہ نہ بنائیں۔

بنو ہوازان کے لشکر میں ایک بوڑھا شخص درید بھی شامل تھا اور اس کو اس لئے رکھا گیا تھا تاکہ اس سے مشورہ کیا جاسکے کیونکہ یہ اگرچہ بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا مگر جنگ کے معاملات میں یہ نہایت تجربہ کار آدمی تھا لہٰذا اس کو ایک ہودج میں بٹھا کر میدانِ جنگ میں لایا گیا۔

جب یہ اپنی ہودج سے اترا تو اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ وادی اوطاس ہے۔

درید بولا، یہ جگہ جنگ کیلئے نہایت ہی زبردست ہے کیونکہ یہاں کی زمین نہ ریتلی ہے کہ جس میں گھوڑوں کے پاؤں دھنس جائیں اور نہ ہی پتھریلی ہے کہ گھوڑوں کے پاؤں زخمی ہو جائیں۔

پھر درید نے پوچھا کہ میں یہ بچوں کے رونے کی آواز سن رہا ہوں عورتوں کی بھی آوازیں آ رہی ہیں ساتھ ہی مویشیوں کی آوازیں بھی آ رہی ہیں معاملہ کیا ہے؟

مالک بن عوف نے اس کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور بتایا کہ یہ سب اس لئے ہے تاکہ میدانِ جنگ سے فرار کا کوئی سپاہی خیال بھی دل میں نہ لائے۔ درید نے مالک کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ تم تو نرے بھیڑوں کے چرواہے ہو جس نے جنگ ہارنی ہے وہ ضرور ہارے گا لیکن اگر بیوی بچے بھی ساتھ ہوئے تو جنگ کے ساتھ عزت و ناموس بھی ہار جائیں گے۔

تم جانتے ہو کہ تم کس سے جنگ کرنے جا رہے ہو؟

جنہوں نے سارے عرب کے مشرک قبائل کو شکست دے دی ہے۔

عرب کے یہودیوں کو اُن کے مضبوط قلعوں سے نکال کر باہر پھینک دیا ہے۔ جن کی شان و شوکت کے سامنے اب کسی کو ہمت نہیں سر اُٹھانے کی، میری رائے یہ ہے کہ جنگ کا خیال دل سے نکال دو اور واپس اپنے گھروں کی طرف چلے جاؤ۔

مالک بن عوف درید کی بات سن کر بھڑک اُٹھا اور ماہر جنگ درید سے کہنے لگا، تمہاری آنکھیں تو اندھی تھیں ہی لیکن تمہاری عقل بھی اندھی ہو گئی ہے جنگ ضرور ہو گی ہر حال میں ہو گی۔

درید نے لوگوں کو سمجھایا کہ مالک بن عوف حماقت کر رہا ہے تمہاری اولاد غلامی میں جکڑ جائے گی اور غلامی کی ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ مالک بن عوف تمہیں چھوڑ کر طائف بھاگ جائے گا۔

اس لئے میرا مشورہ ہے کہ تم گھر واپس لوٹ جاؤ۔

لوگوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مالک بن عوف کے ساتھ ہی رہے تو درید نے کہا آج میری زندگی کا یہ کتنا منحوس دن ہے جب میں نہ حاضر ہوں نہ غائب۔

مالک بن عوف نے کہا، ہم تمہارا یہ مشورہ مسترد کرتے ہیں اگر تمہیں کوئی اور مشورہ دینا ہے تو دو۔

درید نے کہا کہ تم اپنے سپاہیوں کو راستوں میں ایسی جگہ چھپا دو جب مسلمان حملہ کیلئے آئیں تو تم اُن پر حملہ کر دو۔

اور اگر مسلمان پیچھے کی جانب واپس بھاگیں تو تمہارے سپاہی ان کو اپنی تلواروں سے ذبح کر ڈالیں۔

فرشتوں کی فوج

مالک بن عوف اپنے سپاہیوں کو بہت زیادہ جوش دلا رہا تھا اور لشکر کے اندر جوش و ولولہ پیدا کر رہا تھا۔

اور دوسری جانب مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ وادی حنین میں صفیں سیدھی کر رہے تھے۔

مالک بن عوف نے اپنے لشکر سے دو بہادر سپاہیوں کو چنا اور اُن سے کہا کہ جاؤ اور لشکرِ اسلام کی جاسوسی کرو۔

مالک بن عوف کے یہ دو جاسوس لشکرِ اسلام کی طرف گئے لیکن جب واپس آئے تو تھر تھر کانپ رہے تھے اُن کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں خوف کے مارے پسینہ پسینہ ہو چکے تھے۔

مالک نے جب اُن کی یہ حالت دیکھی تو پوچھا، یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

انہوں نے کہا کہ جب ہم لشکرِ اسلام کی جاسوسی کیلئے اُن کے پاس گئے تو ہم نے سفید رنگ کے آدمی ابلق گھوڑے پر سوار دیکھے ان کو دیکھنے کے ساتھ ہی ہم پر خوف طاری ہو گیا اور قسم خدا کی ہمیں لگا کہ ہماری جنگ اہلِ زمین سے نہیں بلکہ آسمان کے مکینوں سے ہو رہی ہے لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ تم جنگ کا ارادہ ملتوی کر دو اور واپس گھروں کو لوٹ جاؤ۔

مالک بن عوف نے کہا، تف ہے تمہاری بزدلی پر۔

ایک اور بہادر آدمی کو جاسوسی کیلئے چنا گیا اس نے بھی کم و بیش یہی منظر بتایا۔

مالک بن عوف نے کہا کہ ان تینوں کو بند کر دو کہیں یہ سارے لشکر کو بزدل نہ بنا دیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شجاعت

مسلمانوں کا لشکر بنو ہوازان کے جنگجوؤں کے مقابلے کیلئے نکل کھڑا ہوا تھا اس لشکر میں وہ مسلمان بھی شامل تھے جنہوں نے ابھی کچھ دنوں پہلے ہی اسلام قبول کیا تھا اور صبر واستقامت کے جوہر سے آشنا نہیں ہوئے تھے۔

جب مقدمۃ الجیش کے دستے میں موجود یہ نومسلم اس گھاٹی سے گزرے جہاں بنو ہوازان کے تیر انداز اپنی کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے تھے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

اس اچانک اور غیر متوقع حملے نے ان نومسلموں کے پیر اُکھیڑ دیئے یہ جب واپس پلٹے تو لشکر کے پیچھے سنبھلنا کہاں ممکن تھا۔

ان نازک ترین لمحات میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے نظیر شجاعت سے اپنے غلاموں کو آشنا کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میان سے تلوار نکال لی اور فرمایا:

میں نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں سردار عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خچر سے اتر کر ایک مٹھی مٹی اُٹھائی اور اُسے کفار کی جانب پھینک دیا اور ہر کافر کی آنکھ میں یہ مٹی گئی۔

اس کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ شمع رسالت کے پروانے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہونے لگے اور پھر جنگ کی بھٹی بھڑک اُٹھی مسلمانوں کی تلواریں کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک رہی تھیں۔

اسلام کے شیروں کے سامنے کفر کی لومڑیاں پیٹھ موڑ کر بھاگ چکی تھیں۔

مسلمان مجاہدین کافروں کا تعاقب کر رہے تھے بعض کو قید اور بعض کو قتل کر رہے تھے۔

اُس روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے مجاہدین کی مدد کیلئے نازل فرمائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ کرم

غزوہ حنین میں مسلمانوں کے ہاتھ کافی مالِ غنیمت آیا بنو ہوازان کا ایک وفد جس کے کچھ لوگ اسلام قبول کر چکے تھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت پڑھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔

انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمیں معاف فرما دیجئے اور ہمارے جنگی قیدی اور مال مویشی ہمیں واپس دے دیجئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم دو میں سے کوئی ایک چیز چن لو۔ جنگی قیدی یا مویشی ومال۔

تو انہوں نے کہا، ہمیں ہمارے بیوی بچے واپس کر دیئے جائیں کیونکہ عزت وناموس کے مقابلے میں کوئی چیز افضل نہیں ہوتی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ان قیدیوں میں سے جو میرا اور عبد المطلب کے کسی فرزند کا حصہ ہے وہ تو میں تمہیں عطا کرتا ہوں۔

اور ایک کام یہ کرنا کہ نماز کے بعد تم مسلمانوں سے کہنا کہ ہم مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطور شفیع پیش کرتے ہیں اپنے بچوں اور عورتوں کی واپسی کے بارے میں۔

جب انہوں نے ایسا ہی کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنا اور بنی عبد المطلب کا حصہ واپس کرتا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عفو ودر گزر پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں تائب ہو چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل کو دیکھتے ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشی کیلئے تمام صحابہ کرام نے اپنے اپنے حصے کے قیدی واپس کر دیئے۔

اور یوں عرض کی کہ ہمارے حصے میں جو جنگی قیدی آئے ہیں ہم وہ سب بارگاہِ رسالت میں نذر کرتے ہیں۔

غزوہ تبوک کا معرکہ

عرب کے مشرک قبائل کی شکست، یہودی قبائل کی پسپائی سے روم کے عیسائی پریشان ہوگئے تھے۔

انہوں نے قیصر روم کو مشورہ دیا کہ اس سے پہلے کہ مسلمان مزید قوت حاصل کریں ان پر حملہ کرکے انہیں ہمیشہ کیلئے ختم کردیا جائے۔

رومیوں نے جنگ کی تیاری شروع کررکھی تھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کے خلاف جنگ کا اعلان فرمادیا۔

اور تبوک کی جانب روانگی کا اعلان فرمادیا۔

ایثار کے لا زوال نمونے

غزوہ تبوک کے اخراجات کیلئے یقیناً ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے کھول کر لشکر اسلام کی مدد کریں تاکہ مجاہدین اسلام کیلئے سواری ہتھیار اور کھانے پینے کا انتظام ہوسکے اور آخرت میں اس ایثار اور انفاق پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں اپنے انعامات سے نوازے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل سب سے پہلے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں جو بھی سرمایہ تھا وہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور سب کچھ اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کردیا۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سارا سرمایہ اپنے آقا کے قدموں میں ڈھیر کردیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا:۔

اے ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟

سیّدنا ابوبکر صدیق نے جواب دیا، ”گھر میں اللہ ورسول کو چھوڑ کر آیا ہوں“۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول بس

ابو عقیل انصاری کا ایثار

لوگ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر جوق در جوق آئے اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لشکرِ اسلام کی اعانت کیلئے جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا کرتے۔

شمع رسالت کے ان پروانوں میں ایک صحابی حضرت ابو عقیل انصاری بھی موجود تھے انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعلان سنا تو انہوں نے بھی اپنے گھر میں نظر ڈالی تا کہ اگر کوئی سامان یا سرمایہ ہے تو بارگاہِ رسالت میں اُسے پیش کریں۔

لیکن گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو پیش کر پاتے۔ لہٰذا وہ ایک یہودی کے پاس گئے اور اس سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ کنوئیں سے پانی نکال کر اس باغ کو سیراب کریں گے اور وہ یہودی اس کے بدلے انہیں دو صاع کھجوریں دے گا۔

یہودی تیار ہو گیا حضرت ابو عقیل نے ساری رات کنوئیں سے پانی نکال نکال کر اس یہودی کے باغ کو سیراب کیا اور دو صاع کھجوروں میں سے ایک صاع اپنے اہل و عیال کیلئے چھوڑ دیں اور ایک صاع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کر دیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ان مخلص جاںنثاروں کے ان معمولی عطیات کو بھی قبول فرمایا اور ان کی دلجوئی کی اور عزت افزائی فرمائی۔

منافقین کا واویلا

غزوہ تبوک میں امیر اور غریب تمام لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں عطیات کا ڈھیر لگا رہے تھے صدیق اکبر تو اپنے گھر کا سارا سامان ہی راہِ خدا میں نچھاور کرنے کیلئے لے آئے۔

سیّدنا عثمان غنی نے بھی مجاہدین کی اتنی زیادہ مدد کی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے عثمان! اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہاری مغفرت کرے اس دولت پر جو تم نے مخفی رکھی اور جس کا تو نے اعلان کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے عثمان کو کوئی پرواہ نہیں کہ آج کے بعد وہ کوئی عمل کرے۔

اُس وقت چند لوگ ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض بڑھ چکا تھا یہ سب عبداللہ ابن اُبی کے ساتھی تھے۔ کہنے لگے:۔

اللہ کو ان غریبوں کے پانچ دس دِرہم کی کیا ضرورت ہے اور حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی فیاضی کو دیکھ کر کہتے کہ یہ سب تو بس نام ونمود اور ریاکاری کیلئے کیا جارہا ہے ان میں اخلاص نہیں ہے۔

تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان منافقین کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی:۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (پ۱۰۔ سورہ توبہ: ۷۹)

جو لوگ ریا کاری کا الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے اور جو نادار نہیں پاتے بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں اللہ انہیں اس مذاق کی سزا دے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

لشکرِ اسلام کی روانگی

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے ساتھ تبوک تشریف لے جارہے تھے مدینے میں محمد بن مسلمہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ بیت کی حفاظت کیلئے مدینے میں چھوڑ دیا تاکہ کوئی منافق کوئی شرارت نہ کرسکے۔

کچھ لوگوں نے جنگ میں شرکت کرنے سے معذرت کی لیکن وہ قبول نہیں کی گئی۔

کچھ لوگ تو جلدی جلدی اس لشکر سے جاکر مل بھی گئے اور کچھ لوگ یہ سوچ کر ہم جلدی ہی اس لشکر میں مل جائیں گے اپنی سستی کے سبب رہ گئے۔

ثمود کی بستی

لشکرِ اسلام کے راستے میں ثمود کی بستی بھی پڑتی تھی یہ وہی بستی تھی جہاں صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی تھی اور قوم کے مطالبہ پر آپ نے انہیں اُونٹنی کا معجزہ بھی دکھایا تھا جواب میں قوم کے چند لوگ ہی ایمان لائے باقی نہ صرف ہٹ دھرم رہے بلکہ انہوں نے اللہ کی اُونٹنی کو بھی قتل کر دیا تھا۔

(اس کا تفصیلی واقعہ ہماری کتاب "سنہری کہانیاں" میں پڑھیۓ)

لشکرِ اسلام جب ثمود کی بستی میں داخل ہوا تو لوگوں نے اپنے برتن، اپنے مشکیزے وہاں موجود کنوئیں کے پانی سے بھر لیئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ اس پانی سے نہ تم وضو کرنا اور نہ اس پانی کو پینا اور جو آٹا اس پانی سے گوندھا ہے اُسے اُونٹوں کو کھلا دینا۔

اور رات کے وقت اگر کسی کو خیمہ سے باہر نکلنے کی ضرورت ہو تو وہ اکیلا نہ نکلے بلکہ اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ لے لے۔

لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کی۔

لیکن بنو ساعدہ کے دو آدمی خیموں سے تنہا تنہا باہر نکلے ایک شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں اور دوسرا اقضائے حاجت کیلیۓ نکلے۔ ان میں سے ایک شخص کا کسی نے گلہ دبا دیا جس سے وہ حواس باختہ ہو گیا اور دوسرا شخص جو اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا اس کو تیز ہوا نے اُڑا کر بنی طے کے کوہستان میں پھینک دیا جب وہاں کے لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کو ساتھ لے آئے۔

اور وہ شخص جو حواس باختہ ہو گیا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کیلیۓ دعا فرمائی اور وہ شخص صحت یاب ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ظالموں کے گھروں میں داخل نہیں ہونا مگر یہ کہ تم خوفِ الٰہی سے روتے ہو اور لشکرِ اسلام ظالموں کی بستی سے تیزی کے ساتھ گزر گیا۔

اونٹنی کی گمشدگی

لشکرِ اسلام اپنی منزل کی جانب تیزی سے بڑھ رہا تھا ایک جگہ جہاں اس لشکر نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُونٹنی گم ہو گئی۔ صحابہ کرام اس اُونٹنی کو تلاش کر رہے تھے۔

ایک منافق بھی اس لشکر میں موجود تھا اُس کے اندر کی بیماری نے اُسے بولنے پر مجبور کر دیا اور وہ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آسمانوں کی خبریں بھی جانتے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ ان کی اُونٹنی کہاں ہے۔

اور دوسری جانب اپنے خیمے میں موجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک منافق نے یہ بات میرے متعلق کہی ہے۔

بخدا میں صرف اس بات کو جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سیکھائی ہے اور میرے رب نے بتا دیا ہے کہ گمشدہ اُونٹنی فلاں وادی میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں پھنس گئی ہے تم جاؤ اور اس کو پکڑ کر لے آؤ صحابہ کرام گئے اور اونٹنی پکڑ کر لے آئے۔

جب زید بن لعیت منافق نے یہ بات کہی تھی تو وہ اس وقت حضرت عمارہ کے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت عمارہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرہ میں موجود تھے واپس اپنے خیمے میں آنے کے بعد حضرت عمارہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں بہت حیران ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی ایسی بات کہی۔

عمارہ کے بھائی نے کہا بخدا یہ بات تو زید نے کہی تھی حضرت عمارہ نے زید کو گردن سے دبوچ لیا اور فرمایا کہ میں کسی منافق کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا فوراً میرے خیمے سے نکل جاؤ۔

منافقین ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر اعتراض کرتے ہیں کوئی مسلمان تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

پانچ خصوصی انعامات

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آج رات مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں دی گئیں:۔

۱۔ مجھ سے پہلے انبیاء ایک مخصوص قوم کی طرف رہنمائی کیلئے تشریف لاتے تھے۔ اور مجھے ساری مخلوق کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

۲۔ میرے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنایا گیا ہے جب بھی نماز کا وقت آئے جہاں بھی ہوں قبلہ رو ہو کر اپنے رب کو سجدہ کر لیتا ہوں۔ مجھ سے پہلے کی تمام اُمتیں اپنی مخصوص عبادت گاہوں میں نماز ادا کر سکتی تھیں۔

۳۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کر سکتا ہوں۔

۴۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مالِ غنیمت کو میرے لئے حلال کر دیا حالانکہ مجھ سے پہلے مالِ غنیمت کا استعمال منع تھا۔

۵۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ میں سوال کروں ہر ایک نبی نے اپنے رب سے سوال کیا ہے اور یہ سوال میں نے تمہارے لئے کیا اور ان لوگوں کیلئے جو لا الہٰ الا اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔

تبوک سے واپسی

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل عرصے تک تبوک میں قیام فرمایا مگر کفر اور اہل صلیب کی لومڑیوں کو اسلام کے شیروں کے سامنے نکلنے کی جرأت وہمت نہ ہو سکی۔

ہرقل قیصر روم پر مسلمان مجاہدین کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کی جانب واپس روانہ ہو گئے۔

مسجد کو ڈھانے کا حکم

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر قیصر روم مدینے کے منافقین سے مل کر سازشیں تیار کر رہا تھا۔

ابو عامر فاسق جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ وہ اس مسجد کو بنانے میں پیش پیش رہنے والوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔

ان منافقین نے مسجدِ نبوی کے قریب ہی ایک اور مسجد بنانے کا پروگرام بنایا اس مسجد کو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ خانہ خدا کو مسلمانوں کے درمیان عداوت و نفرت کی آگ بھڑکانے کیلئے استعمال کیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی جو قیصر روم سے اسلحہ آئے گا اس کو یہاں محفوظ کر کے رکھ دیا جائے گا۔

ابو عامر فاسق اس مقصد کیلئے پہلے ہی قیصر روم کے پاس پہنچ گیا تھا اور اس نے وہاں سے یہ پیغام بھیجا کہ قیصر روم جلد ہی ایک زبردست لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گا اور محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) اور ان مشہور صحابیوں کو جکڑ کر شام لے جائے گا۔ اس لئے مسجد کی تعمیر جلد از جلد مکمل کر لو تاکہ ہم اس مسجد میں بیٹھ کر آزادی کے ساتھ ان کے خلاف منصوبے بنا سکیں۔ اور جہاں تک ہو سکے قوت اور اسلحہ جمع رکھو۔

مسجد تعمیر ہو چکی تھی اور دوسری جانب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تبوک کی جانب روانہ ہو رہے تھے کہ منافقین کا ایک گروہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم نے یہ مسجد تعمیر کی ہے آپ اس مسجد میں اگر قدم رکھ دیں اور نماز ادا کریں تو یہ ہم سب کیلئے باعثِ برکت ہو گا۔

دراصل ان منافقین کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا کر لی تو سادہ لوح مسلمان ان کے دام فریب میں آسانی سے آجائیں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی تو تبوک کے حوالے سے مصروفیات بہت زیادہ ہیں واپسی میں دیکھیں گے۔

ادھر ابو عامر فاسق کا بھی منافقین اور اپنے چیلے چپاٹوں سے مسلسل رابطہ تھا۔

جب منافقین کو یہ خبر ملی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو یہ دوبارہ آگئے اور مکاری کے ساتھ عقیدت و محبت کا دم بھرنے لگے کہ آپ مسجد میں تشریف لے آئیں اور نماز پڑھیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس وقت یہ وحی نازل فرمائی:۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (پ ۱۱۔ سورہ توبہ: ۱۰۸)

آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مسجد کو ڈھانے اور جلانے کا حکم صادر فرمادیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس جگہ کوڑا کرکٹ اور مردار اور بدبودار چیزیں پھینکی جائیں۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مختلف لوگ آنے لگے اور غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا عذر پیش کرنے لگے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مغفرت کی درخواست بھی کرتے رہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے دوبارہ بیعت لی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور ان کی مغفرت طلب کی۔

حضرت کعب کی کہانی ---- حضرت کعب کی زبانی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُن لوگوں میں شامل تھے جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوسکے تھے ان کی کہانی ان ہی کی زبانی سنئے:۔

غزوہ تبوک کے موقع پر میں جسمانی اور مالی لحاظ سے جتنا مضبوط تھا اتنا اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔

غزوہ تبوک کی تیاریاں زور و شور کے ساتھ جاری تھیں میں بھی اس ارادے سے نکلتا کہ آج نہیں تو کل جنگ کی تیاری کر ہی لوں گا مگر مصروفیات میں ایسا اُلجھتا کہ یہ کام رہ جاتا سوچتا کہ اب کل کرلوں گا لیکن دوسرا دن بھی گزر گیا اسی طرح ایک ایک کرکے ایک ہفتہ سے زیادہ گزر گیا اور جمعرات کا دن آگیا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے تیس ہزار مجاہدین کے ساتھ تبوک کی جانب تشریف لے گئے۔

میں نے دل میں سوچا کہ ایک دو دن میں تیاری کرکے میں بھی لشکرِ اسلام سے جاملوں گا میرے پاس تیز رفتار اونٹ بھی موجود ہیں۔

لشکرِ اسلام کی روانگی کو کئی دن گزر چکے تھے میں اپنی مصروفیات میں پھنسا رہا لیکن جہاد کیلئے تیار نہ ہوسکا اور اب تو لشکرِ اسلام تک پہنچنا بہت دشوار تھا چنانچہ میں نے جانے کا ارادہ ترک کردیا۔

اب اگر میں بازاروں میں جاتا تو مجھے وہاں کوئی بھی سچا مسلمان نظر نہیں آتا یا تو منافقین ہوتے یا پھر وہ بوڑھے اور معذور افراد جنھیں اللہ نے استثنیٰ دیا ہوا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر میرے اوپر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ایک کے بعد ایک دن گزرتا چلا گیا اور میں اپنے اوپر افسوس کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے اطلاع ملی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے کامیابی وکامرانی کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔

میں نے سوچا کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہہ دوں گا خوبصورت جملوں اور فقروں کو تراشنے لگا تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی سے خود کو بچا سکوں۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میرے ذہن سے تمام فقرے جملے از خود نکل گئے اور میں نے طے کرلیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور صرف سچ بولوں گا اور یہ سچ مجھے یقیناً بچالے گا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اپنے اپنے عذر آپ کے حضور بتانے لگے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے دوبارہ بیعت لی اور اُن کی مغفرت کی دعا کی اور ان کی نیتوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا مگر اس تبسم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی چھلک رہی تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آگے آؤ۔

میں آگے بڑھا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا رُخ انور موڑ لیا۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے اپنے غلام سے کیوں رخ انور موڑ لیا جبکہ نہ میں منافق ہوں اور نہ ہی میں نے اپنا عقیدہ تبدیل کیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر جہاد میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟

کیا تمہارے پاس سواری کیلئے جانور نہیں تھا؟

میں نے ادب و احترام کے ساتھ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر میں کسی بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوتا تو یقیناً ایسی چرب زبانی سے کام لیتا کہ وہ میرے جھوٹ کو سچ ماننے پر مجبور ہو جاتا۔

میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوں اگر جھوٹ بھی بولوں گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس سے آگاہ فرمادے گا۔ میں آپ کے حضور سچ ہی کہوں گا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! سچی بات یہ ہے کہ میرے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے جتنا صحت مند اور تندرست میں اس وقت تھا اس سے پہلے کبھی نہیں تھا اور جتنا مالدار اور غنی میں اس وقت تھا اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس شخص نے سچی بات کہی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ اب تم گھر چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمادے۔

راستے بھر لوگ کہتے رہے تم کوئی بہانہ بنادیتے مگر میں نے کہا کہ میں دو گناہوں کو ایک ساتھ جمع ہرگز نہیں کروں گا ایک گناہ تو یہ کہ میں جہاد پر نہیں گیا اور دوسرا گناہ کہ اب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور جھوٹ بولوں۔

پھر میں نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ کیا میرے علاوہ بھی کوئی اور ہے جن کے ساتھ یہی معاملہ ہوا ہو؟

لوگوں نے کہا، ہاں دو آدمی اور ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟

انہوں نے بتایا، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ۔

مرارہ بن ربیع کا معاملہ یہ تھا کہ اُن کا ایک باغ تھا اور اُس میں پھل آچکے تھے اور درختوں پر لدے ہوئے پھل اپنی بہار دکھارہے تھے انہوں نے سوچا کہ ہمیشہ ہر غزوہ میں شریک ہوتا رہا ہوں اگر اس غزوہ میں شریک نہیں بھی ہوا تو کوئی حرج نہیں بعد میں انہیں اپنے اس عمل پر بڑی شدید ندامت ہوئی کہ میں نے یہ کیا کیا! اللہ کے رسول کے ساتھ غزوہ میں شرکت کے اعزاز سے محروم رہ گیا۔

اس پر اتنی ندامت ہوئی کہ آپ نے اس باغ کو ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

دوسرے ہلال بن اُمیہ تھے اُنہوں نے بھی اسی خیال سے کہ میں ابھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہ دن گزار لوں مگر بعد میں انہیں بھی بہت ندامت محسوس ہوئی۔

مجھے تھوڑا اطمینان ہوا کہ میرے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں اور وہ دونوں بہت نیک بھی ہیں میں ان سے ملاقات کیلئے بھی گیا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی ان تینوں سے گفتگو نہ کرے۔

بس اس حکم کے ملنے کی دیر تھی لوگوں نے ہم تینوں سے بات چیت کرنا ترک کر دی نہ کوئی ہم سے کلام کرتا اور نہ سلام کرتا شہر کے در و دیوار ہمیں اجنبی لگنے لگے۔

مجھے یہ ڈر لگ رہا تھا کہ اگر اس حالت میں مجھے موت آگئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہوئے اور میرا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا تو میرا کیا حال ہو گا۔

اس بے چینی و اضطراب میں پچاس راتیں گزر گئیں میرے دونوں ساتھی تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے میں ان سے چھوٹا اور طاقتور تھا اس لئے میں نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آبیٹھتا اور حضور کی جانب چوری چوری تکتا رہتا۔

لوگوں کی بے رُخی جب کافی طویل ہو گئی تو میں نے اپنے چچازاد بھائی جو کہ میرا رفیق خاص بھی تھا اس کے پاس چلا گیا۔

میں نے اُسے سلام کیا لیکن اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا:۔

اے ابو قتادہ! تمہیں اللہ کا واسطہ ہے کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔

انہوں نے میری کوئی بات کا جواب نہیں دیا۔ دو تین بار میرے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اس وقت میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

میں وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ ابھی مدینے کے بازار ہی میں تھا کہ ایک نبطی جو شام سے تجارت کا سامان لے کر آیا ہوا تھا لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ یہ کعب بن مالک کون ہے؟

اور کہاں رہتا ہے کیا اس کا پتا معلوم ہو سکتا ہے؟

اتنے میں مَیں اس کے پاس پہنچ گیا۔

لوگوں نے میری طرف اشارے سے بتایا کہ یہ کعب بن مالک ہے۔

وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا کہ غسان کے بادشاہ نے یہ خط تمہیں بھیجا ہے۔

میں نے اس خط کو لیا اور جب کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کی ہے اور تمہیں اپنے پاس سے نکال دیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے شہر میں تجھے نہ رکھے جہاں تجھ جیسے شخص کی توہین کی جاتی ہو اگر تم چاہتے ہو تو ہمارے پاس لوٹ آؤ ہم تمہاری پوری دلجوئی کریں گے۔

میں یہ خط پڑھ کر حیران و پریشان ہوا اور میں نے سوچا کہ یہ مصیبت تو پہلی مصیبت سے بھی بڑھ کر ہے کہ اب اہل کفر مجھ سے یہ اُمید کر رہے ہیں کہ میں اپنے آقا کا دامن چھوڑ کر ان سے مل جاؤں گا۔

میں نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور اُس خط کو قریبی تنور میں پھینک دیا۔

پھر میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنی بد قسمتی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب سے آپ نے رُخِ انور موڑا ہے میری یہ حالت ہوگئی ہے کہ اہل کفر و شرک اپنے جال میں مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ پچھلی پچاس راتوں کے بعد مزید چالیس راتیں بھی گزر گئیں۔

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد اُن کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم تینوں کو حکم دیا ہے کہ تم تینوں اپنی اپنی بیویوں سے بھی جدا ہو جاؤ۔

میں نے پوچھا، کیا طلاق دینے کا حکم دیا ہے؟

کہا نہیں بس ان سے الگ ہونے کا حکم ہے۔

میں نے اپنی اہلیہ کو بلایا اور اُس سے کہا کہ وہ اپنے میکے چلی جائے اور جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے میرے بارے میں فیصلہ ہو جائے تو آ جانا۔

اس طرح مزید دس راتیں اور گزر گئیں اور ایک رات جب میں فجر کی نماز کے بعد گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا تب میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:۔

اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے اب تو چاروں طرف سے لوگ ہم تینوں کی جانب بڑھے اور مبارکباد پیش کی۔

میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس خوشی میں میں اپنی ساری جائیداد اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں کچھ مال رکھ لو۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جو خیبر کے مال میں میرا حصہ ہے وہ اپنے لئے رکھ لیتا ہوں باقی اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے صدقہ کرتا ہوں۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب میری توبہ قبول ہوئی تو میں نے محبت اور شوق سے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ چوم لئے۔

حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں کی توبہ کو قرآنِ حکیم فرقانِ حمید نے یوں بیان فرمایا:۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۠

اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت) فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین تنگ ہو گئی ان تینوں پر اپنی کشادگی کے باوجود اور بوجھ بن گئیں ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ سے مگر اُس کی ذات تب اللہ ان پر مائل بہ کرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں بلاشبہ اللہ بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (پ ۱۱۔ سورہ توبہ: ۱۱۸)

مباہلہ کا چیلنج

پادری لارڈز بڑی بے چینی کے ساتھ خط کو پڑھ رہا تھا گھبراہٹ اور اضطراب اس کے چہرے سے چھلک رہا تھا۔

آخر اُس نے نجران کے سب سے بڑے دانش ور شرجیل کو اپنے پاس بلایا اور اُس سے کہا کہ عرب سے ایک خط آیا ہے جو محمد رسول اللہ نے لکھا ہے۔

شرجیل نے پوچھا، اس خط میں کیا لکھا ہے؟

پادری لارڈز نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط شرجیل کی طرف بڑھا دیا۔

اس میں لکھا تھا:۔

ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے پروردگار کے نام سے میں اس خط کا آغاز کر رہا ہوں اور اس کے بعد تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ کی عبادت کیا کرو اور بندوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ کی دوستی اختیار کرو اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو تو پھر جزیہ دیا کرو اور اگر تم جزیہ ادا کرنے سے انکار کرو تو پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

جب شرجیل نے خط پڑھ لیا تو پادری لارڈز نے پوچھا، اب بتاؤ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ شرجیل نے کہا، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک نبی کا وعدہ تو فرمایا ہے ہو سکتا ہے یہ وہی نبی ہوں۔

میں بہت سے معاملات میں مشورہ دے سکتا ہوں مگر نبوت کے باب میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

پادری لارڈز نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد پادری لارڈز نے ایک دوسرے شخص عبداللہ کو بلایا اسے بھی قبیلہ نجران کا بہت بڑا مفکر سمجھا جاتا تھا پادری لارڈز نے خط سے متعلق اس کی رائے بھی پوچھی اس نے بھی وہی جواب دیا جو شرجیل نے دیا تھا۔ پادری لارڈز نے اس کو بھی وہیں بٹھا دیا اور تیسرے شخص جبار بن فیض کو بلایا اور اُس کو وہ خط دے کر پوچھا اس خط کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

جبار بن فیض نے خط کو پڑھا اور اس نے بھی وہی کہا جو عبداللہ اور شرجیل نے کہا تھا۔

پادری لارڈز نے وادی میں ناقوس بجانے کا حکم دیا وہ ایسا اُس وقت کیا کرتے تھے جب اُن پر کوئی مصیبت آن پڑتی اور وہ لوگوں کو جمع کر کے اُن سے رائے مانگتے۔

ناقوس کی آواز وادی میں کیا گونجی کہ تھوڑی دیر میں لوگ جمع ہو گئے سب نے یہی مشورہ دیا کہ قوم کے ان تین دانشوروں کو مدینے بھیج دیا جائے وہاں جا کر یہ حضور سے ملاقات کریں اور پھر واپس آکر رپورٹ دیں۔

یہ تینوں مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر ان لوگوں نے اپنے سفر کے لباس کو اُتار کر شاہانہ لباس پہن لیا سونے کی انگوٹھیاں ہاتھوں میں پہن لیں غرض خوب سج دھج کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے یہ وفد مسجدِ نبوی میں داخل ہوا اور مشرق کی جانب منہ کر کے اپنی عبادت کرنی شروع کر دی بعض صحابہ کرام نے انہیں روکنا چاہا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

چنانچہ اس وفد نے اطمینان سے اپنی عبادت کی اور اس کے بعد یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے رُخِ انور پھیر لیا اور ان سے کوئی بات نہیں کی۔

یہ لوگ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے واقف تھے اور ان کے درمیان تجارتی تعلقات بھی بہت پرانے تھے یہ ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم حضور کا نامہ اقدس پڑھنے کے بعد یہاں آئے ہیں لیکن حضور سلام کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہی ہم سے گفتگو کرتے ہیں۔

آپ ہمیں مشورہ دیں کہ ہم کیا کریں؟

انہوں نے سیّدنا علی سے مشورہ کیا۔

سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان لوگوں سے کہا کہ تم اپنا یہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھیاں وغیرہ اُتار دو اور جو سفر کا لباس تھا وہ پہن لو۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ سے بہت پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جھوٹ بول رہے ہو تمھیں تین چیزیں اسلام قبول کرنے سے روک رہی ہیں۔

۱۔ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو۔

۲۔ خنزیر کھاتے ہو۔

۳۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ کا ایک بیٹا بھی ہے۔

انہوں نے پوچھا کہ آپ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کیا کہتے ہیں تاکہ ہماری قوم جس نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے ان کو اس بارے میں بتائیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے دن آنے کی دعوت دی۔

دوسرے دن یہ آیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب پر نازل کی:۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ (پ۳۔ سورہ آل عمران: ۵۹،۶۰)

بے شک مثال عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی مانند ہے بنایا اسے مٹی سے پھر فرمایا ہو جاؤ تو وہ ہو گیا (اے سننے والے) یہ حقیقت کہ عیسیٰ انسان ہیں تو تیرے ربّ کی طرف سے بیان کی گئی ہے پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے۔

لیکن وہ لوگ تو اس بات پر اڑ گئے کہ نہیں مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ (پ۳۔ سورہ آل عمران: ۶۱)

پس جو شخص جھگڑا کرے آپ سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آگیا آپ کے پاس علم تو آپ کہہ دیجئے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اپنے آپ کو اور تم کو پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) التجا کریں پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا کہ آؤ ہم دونوں فریق کھلے میدان میں نکلتے ہیں اس حالت میں کہ ہم سب کے ساتھ ہمارے گھر والے موجود ہوں پھر بڑی عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا مانگیں کہ جو جھوٹا ہے اللہ اُسے تباہ و برباد کر دے۔

انہوں نے جب مباہلہ کا سنا تو کہنے لگے کہ ہمیں آپس میں مشورہ کرنے کی مہلت دی جائے۔

آپ نے انہیں مہلت عطا فرمادی۔

اب وہ سب لوگ اپنی قوم کے پاس پہنچے اور اُسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ کیا اس میں سے بعض نے کہا کہ تم خوب جانتے اور پہچانتے ہو یہ اللہ کے رسول ہیں اور اگر ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہمارا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں نکلے گا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ان کا دین قبول کرلو اور ان کی پیروی اختیار کرو۔

اور اگر تم اپنے مذہب کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہو تو ان سے صلح کرلو دوسرے دن صبح سویرے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس عالم میں نکلے کہ ایک ہاتھ میں امام حسن کی اُنگلی اور دوسرے ہاتھ میں امام حسین کو تھامے ہوئے تھے۔

ان نورانی لوگوں کو دیکھ کر پادری لارڈز چیخ پڑا۔ اور کہنے لگا مجھے ایسے چہرے نظر آرہے ہیں کہ اگر یہ اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ! اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹادے تو اللہ اس پہاڑ کو یہاں سے ہٹادے گا۔

میری رائے یہ ہے کہ ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔

چنانچہ انہوں نے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے سے انکار کردیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ اس دن مباہلہ کرتے تو اسی وقت ان کے چہروں کو مسخ کرکے بندر اور خنزیر بنادیا جاتا۔

آخر انہوں نے مصالحت کی درخواست کی اور جزیہ دینا منظور کرلیا۔

سیدنا ابو ذر دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں

ایک روز سیدنا ابوذر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اے ابوذر! مسجد میں حاضری کے آداب ہیں۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کیا ہیں؟

فرمایا، جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کرو۔

سیّدنا ابوذر اُٹھے اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کئے۔

پھر اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ کے نزدیک کون سے اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ پر ایمان اور اس کے راستہ میں جہاد۔

سیّدنا ابوذر نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کس مومن کا ایمان زیادہ مکمل ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کے اخلاق اچھے ہوں وہ زیادہ کامل ہے۔

سیّدنا ابوذر نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مسلمانوں میں افضل کون ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کون سی ہجرت افضل ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدی کو ترک کردیا۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قرآن کریم کی سب سے افضل آیت کون سی ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آیت الکرسی۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! انبیاء کرام کی تعداد کتنی تھی؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان میں رسولوں کی تعداد کتنی تھی؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین سو تیرہ۔

آخر میں سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ تقویٰ تمہارے حالات کو مزین و آراستہ کردے گا۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی اے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کچھ اور وصیت فرمائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، خاموشی اختیار کرو۔زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو یہ دلوں کو مُردہ کرتا ہے اور چہرے کی نورانیت کو ختم کردیتا ہے۔

سیّدنا ابوذر نے پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کچھ اور وصیت فرمائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسکینوں سے محبت اور ان کے پاس بیٹھنے کو محبوب جانو۔

عرض کی اور یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ کہا کرو خواہ وہ کڑوا ہو۔

سیّدنا ابوذر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کچھ اور وصیت فرمائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کرو۔

حجۃ الوداع

اسلام سے پہلے مشرکین نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے طریقہ حج میں بہت سی ایسی رسومات کو شامل کردیا تھا جن کا تعلق حج سے نہیں تھا۔

لہٰذا اب ضروری تھا کہ تمام مسلمان اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو از خود حج کرتا ہوا دیکھیں تاکہ قیامت تک اس کی اصل روح زندہ رہے۔

تمام قبائل میں اعلان کیا جاچکا تھا کہ اس دفعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے امیر خود ہوں گے۔

عاشقوں کے قافلوں کے قافلے مدینے کی جانب روانہ ہوئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا اور اس کے بعد عرفات کے میدان میں ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا:۔

اے لوگو! تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو یہ اس طرح ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے جس طرح تمہارا یہ مہینہ حرمت والا ہے اور جس طرح تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے بیشک تم اپنے رب سے ملاقات کروگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ سنو! اللہ کا پیغام میں نے پہنچادیا اور جس شخص کے پاس کسی نے امانت رکھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچادے سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ کوئی سود نہیں سب سے پہلے جس ربا کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے یہ سب کا سب معاف ہے۔ زمانہ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور تمام خونوں میں سے جو خون میں معاف کررہا ہوں وہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کردیا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اس زمین میں کبھی اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ توقع ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہوجائے گا۔ اس لئے تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے ہوشیار رہنا۔

پھر فرمایا کہ جس روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب) ان مہینوں میں جنگ وجدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں اور یہ تمہارے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں۔

اور اللہ کے نام کے ساتھ وہ تم پر حلال ہوئی ہیں تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔

تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔

اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خواب گاہوں سے دور کر دو۔ اور انہیں بطورِ سزا تم مار سکتے ہو لیکن جو ضرب شدید نہ ہو۔

اور اگر وہ باز آجائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے خورونوش اور لباس کا عمدگی سے انتظام کرو۔

اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔

بیشک میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اور اس کے نبی کی سنت۔

اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اس کو سمجھو تمہیں یہ چیز معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی آدمی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

جان لو! کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے کسی عمل کو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کیلئے کرنا۔

حاکمِ وقت کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا اور بیشک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو ان کے علاوہ ہیں۔ جس کی نیت طلبِ دنیا ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے فقر و افلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے عیاں کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدن منتشر ہو جاتی ہے۔

اور نہیں حاصل ہوتا اس کو اس سے مگر اتنا جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے اور جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس آتی ہے اس حال میں وہ اپنا ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے میری بات کو سنا اور دوسروں تک پہنچایا۔

تمہارے غلام، تمہارے غلام جو تم خود کھاتے ہو ان سے ان کو کھلاؤ۔ جو تم خود پہنتے ہو ان سے ان کو پہناؤ اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو۔

اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو۔ میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں (یہ جملہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی بار دہرایا کہ ہمیں یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ حضور پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں)۔

اے لوگو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کیلئے وصیت کرے بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے یعنی خاوند کا اور بدکار کیلئے پتھر۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔

نہ قبول کرے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال۔

جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو۔ عطیہ ضرور واپس ہونا چاہئے اور قرضہ لازمی طور پر اسے ادا کرنا چاہئے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔

تم سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا، تم کیا جواب دو گے؟

انہوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اس کو ادا کیا اور خلوص کی حد کر دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اُٹھایا پھر لوگوں کی طرف موڑا اور فرمایا، اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

(ضیاء النبی، جلد چہارم، صفحہ ۷۵۳ تا ۷۵۸)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال

حج سے واپسی کے کچھ دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:۔

اے عائشہ! میں اس کھانے کا درد آج محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری رگ کٹ رہی ہے۔

انہی دنوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنے پاس جمع کیا پہلے اُن کو دعاؤں سے نوازا اور پھر انہیں وصیت فرمائی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ایام میں بھی نماز ادا کی امامت خود فرمایا کرتے تھے لیکن جب تکلیف بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس تکلیف کو دیکھ کر صحابہ کرام پر غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا:۔

ہائے میں کس کے سامنے فریاد کروں، ہائے میری اُمیدوں کا رشتہ ٹوٹ گیا، ہائے میری پشت دوہری ہو گئی، اے کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امامت کے مصلیٰ کو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خالی پایا تو آپ غش کھا کر گر پڑے۔

غم کی وجہ سے مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں سیدنا ابو بکر صدیق مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اور نماز کی امامت فرمائی۔

سیدنا صدیق اکبر مسلمانوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے آخری دن فجر کی نماز میں جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے حضور سجودِ نیاز لٹا رہے تھے اپنے رب کے حضور اُس کی وحدانیت کی گواہی دے رہے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرے کے دروازے تک تشریف لائے صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ اُن کے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھ رہے ہیں تو وہ بے چین ہو گئے اور اس سے پہلے کہ وہ نمازیں توڑتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی نماز مکمل کرو۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس حجرہ میں تشریف لے گئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جمع فرمایا اُن کو نیک اعمال کرنے کی وصیت فرمائی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمالیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن مبارک پہنا کر حجرہ شریف میں رکھ دیا گیا، لوگ آتے رہتے اور دُرود و سلام کے نذرانے بھیجتے رہتے۔

السلام علیک ایها النبي ورحمة الله وبركته

التجاء

الحمدللہ رب العالمین اس کتاب میں جہاں کہیں بھی کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب کے طفیل توبہ کا طالب ہوں مجھے معاف فرما اور مجھے توفیق دے نیک اعمال کرنے کی اور برے اعمال سے بچنے کی۔

اور میری توبہ کو قبول فرما میری دینِ اسلام کی کوششوں میں میرے ربّ مجھے خلوص مجھے عطا فرما اور اسے قبول فرما۔

مجھ سے راضی ہوتے ہوئے اپنے محبوب دین، دینِ اسلام کی خوب خوب خدمت لے۔

اور میرے ربّ! مجھے ایمان پر زندہ رکھ اور ایمان پر ہی میرا خاتمہ فرما۔ (آمین)